تحریک خدام اہل سنت کا ترجمان

نظام خلافت راشدہ کا داعی


جلد 31 شمارہ 10۔ محرم الحرام ۱۴۴۰ھ اکتوبر 2018ء

# فہرست مضامین

# قادیانیت کا مکروہ چہرہ اور عاطف میاں کی نامزدگی

سن ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں ضلع گورداسپور کے قصبہ قادیان میں رہنے والے مرزا قادیانی کے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے مسلمانوں کے مقابلے میں چونسٹھ گھوڑے اور اتنے ہی سوار دے کر انگریزوں کو مدد دی تھی چنانچہ مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ ''۵۷ء کے مفسدہ میں جب کہ بے تمیز لوگوں نے اپنی محسن گورنمنٹ ''برطانیہ'' کا مقابلہ کر کے شور ڈال دیا تب میرے والد بزرگوار نے پچاس گھوڑے اپنی گرہ سے خرید کر کے اور پچاس سوار بہم پہنچا کر گورنمنٹ کی خدمت میں پیش کیے اور پھر ایک دفعہ چودہ سوار سے خدمت گزاری کی اور انہی مخلصانہ خدمات کی وجہ سے وہ اس گورنمنٹ میں ہر دل عزیز ہوگئے۔ چنانچہ جناب گورنر جنرل کے دربار میں عزت کے ساتھ ان کو کرسی ملتی تھی اور ہر ایک درجہ کے حکام انگریزی بڑی عزت اور دل جوئی سے پیش آتے تھے۔''ماخوذ شہادت القرآن''۔

مرزا انگریزوں کا آلہ کار تھا: ۱۸۶۹ء میں انگریزوں نے ایک کمیشن لندن سے ہندوستان بھیجا تا کہ وہ انگریز کے متعلق مسلمان کا مزاج معلوم کرے اور آئندہ کے لیے مسلمان کو رام کرنے کے لیے تجاویز مرتب کرے اس کمیشن نے ایک سال ہندوستان میں رہ کر حالات معلوم کیے۔ ۱۸۷۰ء میں وائٹ ہال لندن میں کانفرنس منعقد ہوئی۔ رپورٹ سربراہ کمیشن سر ولیم ہنٹر...... مسلمانوں کا مذہباً عقیدہ یہ ہے کہ وہ کسی غیر ملکی حکومت کے زیر سایہ نہیں رہ سکتے اور ان کے لیے غیر ملکی حکومت کے خلاف جہاد کرنا ضروری ہے۔ جہاد کے اس تصور سے مسلمانوں میں ایک جوش اور ولولہ ہے اور وہ جہاد کے لیے ہر لمحہ تیار ہیں۔ ان کی کیفیت کسی وقت بھی انہیں حکومت کے خلاف ابھار سکتی ہے۔

رپورٹ پادری صاحبان: یہاں کے باشندوں کی ایک بہت بڑی اکثریت پیری مریدی کی رجحانات کی حامل ہے۔ اگر اس وقت ہم کسی ایسے غدار کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوجائیں جو ظلی نبوت کا دعویٰ کرنے کو تیار ہوجائے تو اس کے حلقہ نبوت میں ہزاروں لوگ جوق در جوق شامل ہوجائیں گے لیکن مسلمانوں میں سے اس قسم کے دعویٰ کے لیے کسی کو تیار کرنا ہی بنیادی کام ہے یہ مشکل حل ہوجائے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کے زیر سایہ پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔''اقتباس از

مطبوعہ رپورٹ کانفرنس وائٹ ہال لندن)

میں کس کی تحریک سے آیا؟: اے بابرکت قیصرہ ہند" ملکہ وکٹوریہ" تجھے یہ تیری عظمت اور نیک نامی مبارک ہو۔ خدا کی نگاہیں اس ملک پر ہیں۔ خدا کی رحمت کا ہاتھ اس رعایا پر ہے۔ جس پر تیرا ہاتھ ہے۔ تیری ہی پاک نیتوں کی تحریک سے خدا نے مجھے بھیجا ہے تاکہ پرہیزگاری اور پاک اخلاق اور صلح کاری کی راہوں کو دوبارہ دنیا میں قائم کروں (ستارہ قیصرہ)۔

میں کس کا لگایا ہوا پودہ ہوں؟ یہ التماس ہے کہ سرکار دولت مدار ایسے خاندان کی نسبت جس کو پچاس سال کے متواتر تجربے سے ایک وفادار، جاں نثار ثابت کرچکی اور جس کے متعلق گورنمنٹ عالیہ و برطانیہ کے معزز حکام نے ہمیشہ مستحکم رائے سے اپنی چٹھیوں میں یہ گواہی دی ہے کہ وہ قدیم سے سرکاری انگریزی کے خیر خواہ اور خدمت گذار ہے اس خود کاشتہ پودے کی نسبت نہایت حزم و احتیاط سے اور تحقیق وتوجہ سے کام لے اور اپنے ماتحت حکام کو اشارہ فرمائے کہ وہ بھی اس خاندان کی ثابت شدہ وفاداری اور اخلاص کا لحاظ رکھے کہ مجھے اور میری جماعت کو عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ " تبلیغ رسالت"

پچاس الماریاں: اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ " تریاق القلوب"

میری اور میری جماعت کی پناہ: خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل سے میری اور میری جماعت کی پناہ اس سلطنت برطانیہ کو بنایا ہے یہ امن جو اس سلطنت کے زیر سایہ ہمیں حاصل ہے۔ نہ یہ امن مکہ معظمہ میں مل سکتا ہے اور نہ مدینہ میں اور نہ سلطان دوم کے پایۂ تخت قسطنطنیہ میں " تریاق القلوب" اور ہم پر اور ہماری ذریت پر یہ فرض ہوگیا کہ اس مبارک گورنمنٹ برطانیہ کے ہمیشہ شکرگزار رہیں " ازالہ اوہام"۔

مرزا قادیانی کو نبی نہ ماننے والے: ان میری کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی آنک سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اُٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے مگر رنڈیوں (زنا کاروں) کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر کردی ہے وہ مجھے قبول نہیں کرتے " آئینہ کمالات اسلام" " میرے مخالف

جنگلوں کے سور ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بدترین'' (نجم الھدیٰ'' کیا یہی شرافت ہے جس کے بل بوتے پر مرزا قادیانی اپنے آپ کو نبی اور رسول کہتا ہے۔ ایسے گرے ہوئے اِخلاق کا انسان تو انسان بھی نہیں ہوسکتا چہ جائے کہ نبی اور رسول کہلائے)۔

**قادیانی پاکستان کے وفادار نہیں ہوسکتے:** مرزا محمود قادیانی کا بیان...... ''ہم ہندوستان کی تقسیم پر راضی ہوئے تو خوشی سے نہیں بلکہ مجبوری سے اور یہ کوشش کریں گے کہ کسی نہ کسی طرح پھر متحدہ ہوجائیں۔'' (روزنامہ الفضل قادیان ۱۷ مئی ۱۹۴۷ء)

**قادیان سے ہجرت کے متعلق پیشگوئی:** حضرت مسیح موعود کو خدا نے الہام اور خواب کے ذریعے بتایا تھا کہ کسی زمانہ میں جماعت احمدیہ کو قادیان سے نکلنا پڑے گا اور خشک پہاڑیوں والے ایک اونچے علاقے میں اپنا دوسرا مرکز بنانا پڑے گا۔ مگر یہ حالت عارضی ہوگی۔ آخر ایک وقت آئے گا کہ قادیان جماعت احمدیہ کو واپس مل جائے گا۔ پیش گوئی کا ایک حصہ ۱۹۴۷ء میں پورا ہوگیا جب ہمارا ملک پاکستان قائم ہوا...... ہر احمدی کا ایمان ہے کہ پیشگوئی کا آخری حصہ بھی ضرور پورا ہوگا اور قادیان جماعت احمدیہ کو ان شاء اللہ ضرور واپس ملے گا'' راہِ ایمان احمدی بچوں کے لیے ابتدائی دینی معلومات کا مجموعہ ص ۹۸، ۹۹''۔

**مرزا محمود قادیانی کے فتاویٰ:** مرزا محمود بن مرزا غلام احمد قادیانی ''قرآن شریف سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسا شخص جو بظاہر ایمان لے آیا ہے لیکن حقیقی طور پر اس کے دل کا کفر معلوم ہوگیا ہے تو اس کا بھی جنازہ جائز نہیں ہے۔ پھر غیر احمدی کا جنازہ کس طرح جائز ہوسکتا ہے'' انوار خلافت ص ۹۲ اور اسی کتاب کے ص ۹۳ پر لکھا ہے۔ ''پس غیر احمدی کا بچہ بھی غیر احمدی ہوا، اس لیے اس کا بھی جنازہ نہیں پڑھنا چاہیے۔

**مرزائی وزیر خارجہ نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا:** جب علامہ عثمانی قائداعظم محمد علی جناح کی نماز جنازہ پڑھانے لگے تو سر ظفر اللہ وزیر خارجہ نے جنازہ نہیں پڑھا۔ جب اخبارات میں خبر شائع ہوئی تو قادیانی جماعت کی طرف سے جواب دیا گیا۔ ''جناب چوہدری ظفر الہ پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے قائداعظم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ تمام دنیا جانتی ہے کہ قائداعظم احمدی نہ تھے لہٰذا جماعت احمدیہ کے کسی فرد کا ان کا جنازہ نہ پڑھنا کوئی قابل اعترض بات نہیں'' الناشر مہتمم نشر و

اشاعت نظامت دعوت و تبلیغ" صدر انجمن احمدیہ ربوہ ضلع جھنگ" اور سر ظفر اللہ کا جواب روزنامہ زمیندار، لاہور ۸ فروری ۱۹۵۰ء میں شائع ہوا تھا کہ "آپ مجھے کافر حکومت کا مسلمان ملازم سمجھ لیں۔ یا مسلمان حکومت کا کافر نوکر"۔

قارئین ماہنامہ حق چار! جو گروہ یا جماعت انگریزوں کی اطاعت اور وفاداری کو فرض سمجھے اس سے برسرپیکار ہونے کو حرام، جہاد فی سبیل اللہ کی منکر، دینِ اسلام کے بنیادِ عقیدہ ختم نبوت کو مجروح کرنے والی ہو۔ مسلمان اسے کیسے تسلیم اور انہیں اپنا حصہ کیسے مان سکتے ہیں؟ جو قادیانی مسلمان کا جنازہ پڑھنا جائز نہ سمجھے اور سابق وزیر کارجہ سر ظفر اللہ اپنے محسن قائد اعظم کا جنازہ بھی نہ پڑھے۔ ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح ان کو کافر سمجھے اور مرزا قادیانی کو نبی نہ ماننے والے مسلمان "حرام زادے" ہیں اور مسلمان عورتیں "جنگلوں کی کتیاں ہیں" کیا ایسے خیالات رکھنے والے مرزا قادیانی کو مسلمان اور اس کو نبی ماننے والوں کو مسلمان تسلیم کر سکتے ہیں؟ اور کیا معروف قادیانی عاطف میاں کو جب کہ عاطف قادیانی امیر قادیانی جماعت مرزا مسرور کا قریبی عزیز۔ مالی اور دیگر امور میں مرا مسرور کا مشیر کار ہے اور ان لوگوں میں شامل ہے جنہیں ربوہ میں دفن ہونے کا استحقاق حاصل ہے۔ وزیراعظم عمران خان کا اس کو اقتصادی مشاورتی کونسل کا ممبر نامزد کرنا دین اور ملک سے بے وفائی کے مترادف نہ تھا؟ اور اگر مسلمانوں کو قادیانیوں سے نفرت ہے تو یہ بلاسبب اور بغیر کسی وجہ کے نہیں بلکہ سطور بالا کا ہر حوالہ قادیانیت سے دُوری اور نفرت پیدا کرتا ہے اور یہ نفرت اس کے ایمان اور عشق رسول اللہ ﷺ کا تقاضا ہے۔ لہٰذا ہر وہ مسلمان خصوصاً سیاسی حضرات جو قادیانیت کے بارے میں لاعلمی میں مبتلا ہیں وہ غور و فکر کریں کہ قادیانیت کا فتنہ، اسلام، پیغمبر اسلام، اور تعلیمات اسلام کے خلاف ایک بہت سازش اور بغاوت ہے۔ بحیثیت مسلمان ہونے ہم سب کی ذمہ داری ہے کہ ہم دین اسلام اور عقیدہ ختم نبوت کے لیے اپنا تن من دھن قربان کر کے حضور خاتم النبین ﷺ سے عشق و محبت کا ثبوت دیں۔ آج اپنے آپ کو حضور ﷺ کے ساتھ عشق و وفا کے رنگ میں رنگ لیں، کل میدانِ محشر میں شفاعت محمدی نصیب ہوگی۔ امیر شریعت فرماتے تھے یہ معاملہ عقل و خرد کا نہیں، عشق کا ہے عشق پر زور نہیں ہوتا نہ اپنے پر اختیار یہ نہیں سوچا جائے گا کہ قانون کیا کہتا ہے۔ پھر جو ہونا ہوگا ہو جائے گا۔ اور جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

فیوضاتِ مظہرؒ

# مسلک اہل سنت اور فسق یزید

افادات: قائد اہل سنت وکیلِ صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

## صحابہ کرامؓ کے متبع سنی مسلمان ہیں نہ کہ یزیدی

عباسی صاحب لکھتے ہیں: علاوہ ازیں ہمیں تو ان اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف دیکھنا چاہیے جن سے ہمیں دین پہنچا ہے ان کے موقف کے خلاف بعد کا کوئی شخص اگر اپنا کوئی خیال ظاہر کرے تو اس کی کچھ قیمت نہیں۔ (حقیقت خلافت وملوکیت، ص ۳۹۱)

## الجواب

بیشک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موقف کے خلاف بعد کے کسی شخص کے خیال کی کوئی قیمت نہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ یزید اور حجاج کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا موقف کیا تھا؟ اور ان کے موقف کے متبع مسلمانان اہل سنت والجماعت ہیں یا دور حاضر کے حامیانِ یزید؟ اور یزید کے اہم واقعات کا تجزیہ حسب ذیل ہے۔

## سانحہ کربلا

(ا) دور یزید کا پہلا سانحہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اعزہ کی شہادت ہے جس کا وقوع ۱۰ محرم ۶۱ ھ کو ہوا باوجود اس کے کہ حضرت حسینؓ نے یزیدی گورنر عبیداللہ بن زیاد کے سامنے تین شرطیں پیش کردی تھیں لیکن اس نے آپ کی کوئی شرط قبول نہ کی اور آخرکار یزیدی لشکر کے ذریعہ آپ کو اور آپ کے رفقائے کرام کو شہید کردیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ یہ جنگ صحابہ کرامؓ کے مابین نہ تھی۔ بلکہ ایک طرف جنت کے جوانوں کے سردار حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے متبعین تھے اور دوسری طرف کوفی اور یزیدی لشکر۔ اور کوئی ایک صحابی بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں شریک جنگ نہیں ہوا۔ تمام اہل سنت والجماعت اس جنگ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو برحق اور شہید

## حامیان یزید کو چیلنج

ہم پاک و ہند کے تمام حامیان یزید کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کربلا، حرہ اور محاصرہ مکہ کے واقعات ہائلہ کے بعد کسی ایک صحابی سے بھی ثابت کردیں کہ انہوں نے یزید کو صالح اور عادل قرار دیا ہے۔ ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین؟

## بحث فسق یزید کا خلاصہ

مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی اور مؤلف خلافت معاویہ و یزید و تحقیق مزید محمود احمد صاحب عباسی نے یزید کے صالح و عادل اور زاہد و متقی ہونے پر جو دلائل قائم کیے تھے کتاب [1] ہذا کی تفصیلات میں اپنے اپنے موقع پر ان سب کا ابطال کردیا گیا ہے۔

(۱) یزید کا شخصی کردار کیا تھا۔ خود عباسی صاحب کی کتابوں سے ثابت کیا گیا ہے۔ وہ شکار کھیلتا تھا اور زبردست شکاری تھا۔ نہ صرف شکاری کتوں بلکہ سدھائے ہوئے شکاری چیتوں کو بھی اپنے پاس رکھتا تھا۔ وہ موسیقی کا دلدادہ تھا۔ وہ اپنے حرم میں مغنیات (گانے بجانے والی عورتیں) بھی رکھتا تھا۔ چنانچہ ایک مغنیہ سلامہ کا قصہ خود عباسی صاحب نے لکھا ہے۔ احوص اور اس کا ناجائز تعلق تھا۔ شاہی محل کے ایک کمرہ میں ان دونوں کو اکٹھا رکھا گیا۔ اور خلیفہ یزید صبح تک ساری رات ان کو دیکھتا اور ان کی باتیں سنتا رہا۔ لیکن ان کو اس کا علم نہ تھا، اس نے صبح کو بجائے سزا دینے کے ان دونوں کو انعام و کرام سے نوازا اور سلامہ کو احوص کے ساتھ بھیج دیا۔

(۲) دور یزید میں کربلا کا سانحہ پیش آیا جس میں بتاریخ ۱۰ محرم ۶۱ھ نواسہ رسول جوانان جنت کے سردار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مع اپنے رفقاء کے شہید کردیئے گئے۔

(۳) ۶۳ھ میں اہل مدینہ کا ایک وفد حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کی قیادت میں تحقیق حال کے لیے دمشق گیا۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ یزید کا کردار خراب ہے، شراب پیتا ہے اور نماز کا بھی پابند نہیں۔ واپس آکر انہوں نے یزید کی بیعت توڑنے کا اعلان کردیا۔ جس کے نتیجہ میں واقعہ حرہ پیش آیا جس میں یزید کے حکم سے مسلم بن عقبہ کی قیادت میں اہل مدینہ پر مظالم توڑے گئے۔ سینکڑوں صحابہ و

---

[1] ''خارجی فتنہ'' حصہ دوم، مؤلفہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نوراللہ مرقدہ

تابعین شہید ہوئے۔ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو گرفتار ہونے کے بعد قتل کر دیا گیا۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ یزید اور مسلم بن عقبہ خود حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کو ملحد، فریب کار اور فاسق قرار دیتے تھے۔ لیکن عباسی پارٹی پھر بھی حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی مخالف اور یزید کی حامی ہے۔

(۴) مدینہ منورہ کو تاراج کرنے کے بعد یزیدی کمانڈروں نے مکہ مکرمہ پر فوج کشی کی۔ منجنیقوں سے بیت اللہ کو نقصان پہنچا۔ آخر مرگ یزید کے بعد یزیدی لشکر واپس آ گیا۔

(۵) پھر عبدالملک بن مروان کے دورِ حکومت میں حجاج بن یوسف (مشہور ظالم ترین شخص) نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے ۷۲ھ میں مکہ مکرمہ کا محاصرہ کیا۔ منجنیقوں سے خانہ کعبہ پر سنگباری کی۔ آخر کار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منظور نظر یہ جلیل الشان صحابی حضرت ابن الزبیرؓ شہید ہو گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ ان واقعات کی تفصیلات متعلقہ مباحث میں گزر چکی ہیں جن کا انکار حقائق کا انکار ہے۔

## قول فیصل

اہل سنت والجماعت کے عقیدہ میں تمام صحابہ کرام مخلص ہیں درجہ بدرجہ ان کو (حسب اعلان خداوندی رضی اللہ عنہم) حق تعالیٰ کی رضا کی ابدی سند حاصل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت تزکیہ (وَيُزَكِّيهِمْ) کا فیضان ہر ایک کو حاصل ہے۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اصحاب مدینہ نے محض دنیوی اقتدار کے حصول کے لیے یزید کی مخالفت کی۔ اور بہانہ یہ بنایا کہ یزید شرابی اور تارک نماز ہے۔ بلکہ انھوں نے اگر یزید کو شراب وغیرہ قبائح سے مُتَّهَم کیا ہے تو پوری تحقیق و بصیرت کے بعد۔ اسی لیے انھوں نے حبر اُمت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور شیخ الصحابہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا موقف بھی قبول نہیں کیا۔ کیونکہ وہ اپنے اجتہادی نظریہ کے تحت یزید کو بوجہ فاسق ہونے کے قابل عزل سمجھتے تھے۔ ان صحابہ کرامؓ کا اختلاف اجتہادی تھا۔ ان کا اختلاف اس بنا پر نہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ تو اس کو صالح سمجھتے تھے اور حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ غلط فہمی سے اس کو فاسق قرار دیتے تھے؟ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما وہاں حق گوئی سے کام لیتے اور کھلم کھلا اعلان کر دیتے کہ یزید ہرگز فاسق نہیں بلکہ صالح و عادل ہے۔ لیکن انھوں نے ایسا نہیں کیا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ بھی مخلص و متقی صحابی تھے۔ جن کے فضائل و مناقب ان

الجواب: زیر بحث مسئلہ تو یہ ہے کہ یزید فاسق تھا یا نہیں اور اس حدیث سے یہ کیونکر لازم آگیا کہ یزید فاسق نہیں تھا کیا سندیلوی صاحب اتنا نہیں جانتے کہ فسق اور مغفرت دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔یعنی اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں کسی درجے میں فاسق تھا تو گو اس کو جہنم کی سزا ہو بھی جائے مگر آخر میں اس کی مغفرت ہو کر جنت نصیب ہوگی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾

اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لیے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے (ترجمہ حضرت تھانویؒ)۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرآن وحدیث و اجماع سے یہ مسئلہ ضروریات شرع سے ہے کہ شرک اور کفر دونوں غیر مغفور ہیں۔

(۲) حدیث کی مراد یہ ہے کہ جہاد قسطنطنیہ میں شریک ہونے والوں کے اس وقت تو گناہ بخش دیئے گئے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ آئندہ بھی گناہ نہیں کریں گے؟ بلکہ اس کے بعد ان سے فسق و فجور اور گناہوں کا صدور ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ازالۃ الخفاء بحوالہ ابوداؤد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث نقل کی ہے:

ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال من اکل طعاماً ثم قال الحمد لله الذی اطعمنی هذا الطعام ورزقنيه من غير حول منی ولا قوة غفرله ما تقدم من ذنبه ومن لبس ثوبا فقال الحمد لله الذی کسانی هذا ورزقنيه من غير حولٍ منی ولا قوة غفرله ما تقدم من ذنبه وما تاخر۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کھانا کھایا پھر کہا الحمد لله الذی الخ یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے کھانا کھلایا اور مجھے عطا کیا بغیر اس کے کہ مجھ میں (اس کے پیدا کرنے کی) کچھ طاقت اور قوت ہو۔ تو جتنے گناہ اس سے سرزد ہوئے وہ سب معاف کر دیئے جائیں گے۔ اور جس نے کپڑا پہنا پھر کہا الحمد لله الذی الخ یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ پہنایا اور یہ مجھے عطا کیا بغیر اس کے کہ مجھ میں (اس کے پیدا کرنے کی) کچھ طاقت اور قوت ہو۔ تو جتنے گناہ اس کے اگلے یا پچھلے ہوں گے وہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ الخ“

(۳) مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ ابوداؤد ابن ماجہ یہ حدیث مذکور ہے:

عن ام سلمة قال سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اهل بحجةٍ او عمرة من

**المسجد الاقصی الی المسجد الحرام غفرله ما تقدم من ذنبه وما تاخر ووجبت له الجنة۔** (مشکوٰۃ کتاب المناسك فی فریضة الحج)

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص حج یا عمرہ کا احرام مسجد اقصیٰ سے مسجد الحرام تک باندھتا ہے اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اور اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔''

علامہ علی قاری حنفی محدث اس کی شرح مرقاۃ ج ۵ میں فرماتے ہیں: ''ای من الصغائر'' ان کے صغیرہ گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

(۴) نیز مشکوٰۃ شریف میں ہے:

**وعن ابن عمرؓ قال قال رسول الله ﷺ اذا لقیت الحاج فسلم علیه وصافحه ومره ان یستغفر لك قبل ان یدخل بیته فانه مغفورٌ له۔** (رواہ احمد)

''اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جب تو کسی حاجی سے ملاقات کرے تو اس کو سلام کہو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس سے التماس کرو کہ وہ تمہارے لیے بخشش کی دعا کرے اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو۔ کیونکہ اس کی مغفرت ہوگئی ہے۔''

اب سابق شیخ الحدیث سندیلوی صاحب ہی فرمائیں کہ اگر کوئی شخص کھانا کھاتے یا کپڑا پہنتے ہوئے وہ دعائیں پڑھے جو حدیث نمبر ایک میں مذکور ہیں۔ تو کیا اس کے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے بعد اس سے گناہ سرزد نہیں ہوگا۔ یا حج کرنے والے کے لیے جو مغفورٌ له فرمایا ہے کیا اس کا یہی مطلب ہے کہ اس کے بعد اس سے فسق و گناہ سرزد نہیں ہوسکتا تو اگر حدیث مذکور میں غفرلہ کے الفاظ حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے بعد اس سے فسق کا صدور نہیں ہوگا۔ تو پھر بخاری کی حدیث مغفورٌ لهم کے الفاظ سے یہ کیونکر لازم آجاتا ہے کہ اس کے بعد اہل لشکر میں سے کوئی بھی گناہ نہیں کرے گا اور یزید اس کے بعد لازماً صالح اور عادل ہی رہے گا؟

(۵) مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار والتوبۃ میں ہے:

**عن اُسامة بن زید عن النبی ﷺ فی قول الله عزوجل فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابقٌ بالخیرات۔ قال کلهم فی الجنة۔** (رواہ البیهقی فی کتاب

البعث والنشور)

''حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے متعلق کہ پھر بعضے تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضے ان میں متوسط درجے کے ہیں اور بعضے ان میں خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کیے چلے جاتے ہیں۔''

فرمایا کہ یہ سب جنت میں ہونگے۔تو اس ارشاد رسالت سے بھی ثابت ہوا کہ ظالم لوگ بھی آخر کار جنت میں ہوں گے''۔لہٰذا یزید کو مغفرت کا مستحق قرار دیتے ہوئے بھی اگر اس جہان کے اعتبار سے فاسق اور ظالم تسلیم کیا جائے تو اس میں کوئی منافات نہیں ہے۔یعنی فسق اور مغفرت جمع ہوسکتے ہیں۔

(۶) پارہ ۲۲۔سورۃ الفاطر رکوع ۴ مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

روی البغوی بسنده عن ابی عثمان النهدی قال سمعت عمر بن الخطاب رضی الله عنه قرأهذا فقال قال رسول الله ﷺ سابقنا سابق ومقتصدنا ناج و ظالمنا مغفور له۔ (تفسیر مظهری)

''بغوی نے اپنی سند کے ساتھ ابوعثمان نہدی سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا سابق سابق ہے اور ہمارا متوسط درجے کا نجات پانے والا ہے اور ہمارے ظالم (یعنی ہماری امت کے ظالم) کی مغفرت ہوجائے گی۔'' (نیز الجامع الصغیر للسیوطی جلد دوم، ص ۲۹)

یہ حدیث اس بارے میں نص ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی امت میں جو ظالم لوگ ہیں ان کی بھی مغفرت ہوجائے گی۔یہاں ظالم کے لیے مغفورٌ لہ فرمایا ہے۔اور بخاری کی زیر بحث حدیث میں تمام اہل لشکر کے لیے مغفورٌ لھم فرمایا گیا ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ ظالمین کے لیے بھی رحمت للعالمین ﷺ نے مغفور لھم کی بشارت دی ہے۔خلاصہ یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ امت میں سے جن کو مغفور لھم کی بشارت دی گئی ہے وہ ضرور صالح اور عادل ہی ہیں۔کیونکہ رسول پاک ﷺ نے ظالمین کو بھی مغفرت اور جنت کی بشارت دی ہے۔اور بعض امتی اس بشارت کا مصداق ہوکر بھی فاسق ہوسکتے ہیں۔اب جب تک فاضل سندیلوی اپنے علم وفضل کا سارا زور لگا کر یہ نہ ثابت کریں کہ مغفور لھم کی بشارت کا مستحق صرف صالح اور عادل امتی ہے نہ کہ فاسق وظالم۔اس وقت تک زیر بحث حدیث بخاری سے وہ یزید کا صالح اور عادل ہونا ثابت نہیں کرسکتے۔

ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین؟

## بشارت مغفرت اور بشارت رضائے الٰہی کا فرق

یہاں اس شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ جس طرح حدیث مغفرت کا مصداق قرار دینے کے باوجود یزید کو فاسق و ظالم کہا جاسکتا ہے اسی طرح اصحاب رسول ﷺ کو بھی باوجود رضی اللہ عنہم ورضوانہ کی قرآنی بشارت کے فاسق و ظالم کہا جاسکتا ہے یعنی اس وقت (مثلاً بیعت رضوان کے موقع پر) اللہ ان سے راضی ہوگیا تھا لیکن بعد میں جب انہوں نے مخالف شریعت افعال کا ارتکاب کیا، (العیاذ باللہ) تو پھر اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوگیا؟ کیونکہ مغفرت کی بشارت اور رضا کی بشارت میں فرق ہے۔ مغفرت کی بشارت سے دوام لازم نہیں آتا۔ جیسا کہ مغفرت کی مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوسکتا ہے۔ البتہ اس کے ساتھ کوئی قرینہ دوام کا ہو تو جدا بات ہے۔ جیسا کہ اصحاب بدر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دی گئی ہے کہ: **اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم** (بخاری) ''تم جو چاہو کرو تحقیق میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔'' اس میں مغفرت دائمی کے لیے **اعملوا ما شئتم** قرینہ ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اصحاب بدر گناہ بھی کرتے رہیں تو سیدھے جنت میں جائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے ان سے کوئی ایسا فعل سرزد ہی نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہے۔ چنانچہ اہل جنت کو بھی اسی طرح کی بشارت دی گئی ہے کہ: ﴿ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْ أَنْفُسُكُمْ ﴾ (سورۂ ضفت : ۳۱) ''اور تمہارے لیے جنت میں وہ کچھ ہوگا جو تمہارے نفس چاہیں گے۔'' لیکن جنت میں کوئی آدمی گناہ کی خواہش کر ہی نہیں سکے گا اور برعکس مغفرت کے اللہ تعالیٰ جب اپنی رضا کی بشارت دیتا ہے تو اس سے دوام ہی مقصود ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص سے راضی ہونے کا اعلان نہیں کرتا جو بعد میں اس کو ناراض کرنے والا ہو۔ لہٰذا صحابہ کرامؓ کو بیعت رضوان کے سلسلہ میں یا دوسرے مواقع پر جو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی قرآنی سند دی گئی ہے تو یہ اسی بنا پر ہے کہ وہ اس کے بعد کوئی ایسا فعل نہیں کریں گے جو اس کی ناراضگی اور غضب کا سبب بن سکے۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تفسیر معارف القرآن (کراچی) فرماتے ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسی بندہ سے راضی ہوسکتا ہے جس کے بارے میں اس کو معلوم ہے کہ وہ آخری عمر تک موجبات رضاء کو پورا کرے گا۔ اور جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو پھر کبھی اس سے ناراض نہیں ہوتا۔ (مقام صحابہؓ ص ۵۲۔۵۳)

قرآنِ مجید میں ہے:

﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (سورة التوبه : ۱۰۰)

''اور جو مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا۔ اور وہ سب اس سے (یعنی اللہ سے) راضی ہوئے۔ اور اس نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (اور) یہ بڑی کامیابی ہے۔'' (ترجمہ حضرت تھانوی)

اس میں مہاجرین و انصار اور اُن کے متبعین سے اللہ تعالیٰ نے اپنے راضی ہونے کا اعلان کر کے یہ فرمایا ہے کہ ان کے لیے جنتیں تیار ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا ہمیشہ کے لیے ہے ورنہ یہ نہ فرماتے کہ مہاجرین اور انصار کے لیے بہشتیں تیار ہیں کہ وہ ان میں داخل ہوں گے۔ اگر یہ احتمال ہوتا کہ وہ کوئی کام بعد میں رضائے الٰہی کے خلاف کریں گے۔ تو یہ نہ فرماتے کہ ان کے لیے جنتیں تیار ہیں۔ لہٰذا آیت ہٰذا سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا اعلان ہمیشہ کے لیے ہے۔

اور امام ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ نے بھی لکھا ہے: **من رضی الله عنه لم یسخط علیه ابدًا ان شآء الله تعالٰی**۔ جس سے اللہ راضی ہو جائے اس سے کبھی بھی ناراض نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

## وفیات

شیخ برکیو (سندھ) میں حضرت شیخ مدظلہم کے معتمد ساتھی مولانا علی محمد بھٹی صاحب ② جامعہ مظہریہ حسینیہ جھان سومرو کے طالب علم عاشق علی اور معشوق علی صاحب کی ہمشیرہ محترمہ اور جامعہ ہٰذا کے شعبہ کتب کے استاد محمد سومرو صاحب کی دادی صاحبہ ③ ٹمیاری (سندھ) میں خدا بخش سومرو صاحب کی والدہ ماجدہ ④ موہڑہ شریف (چکوال) میں مولانا حنظلہ صاحب کے والد ماجد ⑤ گوجرانوالہ میں ابومعاویہ حضرت مولانا نور حسین عارف صاحب کی والدہ محترمہ ⑥ سرگودھا میں قاری ممتاز حسین صاحب (خطیب جامع مسجد خاتم النبیین جہلم) کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

قارئین سے مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی درخواست ہے۔ ادارہ

چراغِ ہدایت

# ارشادات وکمالات

| عنوان وترتیب | ماخوذ از مکتوبات |
| --- | --- |
| حضرت مولانا رشید الدین حمیدی صاحب رحمۃ اللہ علیہ | شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ |

## اس زمانہ میں مناظرہ حقیقی نہیں ہوتا

اخلاص اور سچی ہمدردی کو ہاتھ سے نہ جانے دیجیے۔ مجادلات اور فضول بکواس سے حتی الوسع اجتناب فرمایئے۔ اس زمانہ میں مناظرہ حقیقی نہیں ہوتا۔ نفس پرستی اور خودنمائی مقصود ہوتی ہے۔ کہہ دیجیے کہ ہم نے حق بات ظاہر کردی، ہمارا فریضہ صرف تبلیغ اور واضح کردینا ہے، ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔ ہاں اگر سخت ضرورت پیش آجائے تو اولاً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیجیے۔ اور اس سے استمداد باطنی کرنے کے بعد میدانِ مناظرہ میں قدم رکھیے اور اس کی بے نیازی سے مطمئن نہ ہوئے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام ج ۴، ص ۱۱۴)

## اکہرا لفافہ بھیجنا بے ادبی نہیں

اکہرا لفافہ ارسال کرنے میں کوئی بے ادبی نہیں ہے۔ مجھ کو دارالعلوم سے تقریباً پانچ سو روپے ماہوار تنخواہ ملتی ہے۔ پھر دو آنہ کا لفافہ پر خرچ کردینا کون سی دشوار بات ہے، اس کا کبھی خیال نہ فرمائیں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۴، ص ۱۶۲)

## غائبانہ بیعت کرنے کا حکم بے موقع ہے

ابراہیم کو جب آپ نے داخل سلسلہ کرلیا ہے تو وہ کافی ہے۔ مجھے غائبانہ بیعت کرنے کا حکم بے موقع ہے اس کو محنت کرنے کو کہیے ان شاء اللہ نفع ہوگا۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۴، ص ۱۶۲)

## مرید ہونیوالے شخص کا کہنا اپنے ذکر واذکار میں اس کی مدد کی، بہترین کامیابی ہے

عبدالکریم صاحب! بیعت ہونے والے شخص کا یہ کہنا کہ آپ نے ذکر واذکار میں ان کی مدد کی، اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے، آپ کو خبر نہیں ہوئی، اس کے منافی نہیں۔ اللہ اپنے فضل اور کرم سے اپنے

مقرب بندوں کو واسطہ بنا کر فیض پہنچاتا ہے۔ اور اس کی صورت روحانی کو ظاہر کرتا ہے۔ اشخاص کو خبر بھی نہیں ہوتی۔ یہ قدرت کے کارخانے ہیں۔ تعجب کی بات نہیں۔ اس پر شکر کیجیے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۴، ص ۱۶۲)

## اس صورت میں بیوی کا شوہر پر نفقہ واجب نہیں

اگر والد صاحب پر حج فرض ہو چکا ہو تو بہتر ہے کہ ان کو فریضہ حج ادا کرا دیجیے۔ اور اگر ان پر فرض نہ ہوا ہو (یعنی کوئی زمانہ ایسا نہ آیا ہو کہ وہ ایام حج میں اتنے مال کے مالک ہوئے ہوں جس سے اس وقت حج فرض ادا کر سکیں انہوں نے فریضہ حج ادا کر لیا ہے) تو آپ خود جائیں۔ اگر بیوی اپنے شوہر کے یہاں باوجود طلب شوہر نہ آئے تو اس کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں۔ آپ اس کے خرچ کا انتظام کیے بغیر جا سکتے ہیں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۴، ص ۱۶۲)

## اوراد و وظائف کے چھوڑنے کی اجازت نہیں

قرآن مجید بڑی برکت والی کتاب ہے۔ مگر اوراد و وظائف مقدم ہیں ان کو چھوڑنے کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ آپ تھوڑا سا وقت نکال کر تلاوت کر لیا کریں۔ پاس انفاس میں اتنی کوشش کریں کہ بے اختیار جاری ہو جائے۔ اور ناغہ نہ ہوا کرے۔ میں دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ذکر نفسی میں برکت عطا فرمائے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۴، ص ۱۶۴)

## اللہ تعالیٰ کے نزدیک بایزید و جنید بنا دینا مشکل نہیں

الحمد للہ آپ کے احوال بہت اچھے ہیں۔ محنت سے ذکر قلب انجام دیتے رہیں۔ گھبرانے اور مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیۡعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِنۡکُمۡ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بایزید و جنید بنا دینا مشکل نہیں۔ جو کچھ آپ کو بتایا گیا ہے وہی دستور العمل ہے۔ اسی پر قناعت کیجیے۔ تصور شیخ قبائح سے خالی نہیں۔ اس لیے اس کی اجازت نہیں دی جا سکتی میں دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ثابت قدم رکھے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۴، ص ۱۶۵)

## دنیا خدا سے غفلت کا نام ہے

چونکہ دنیا دار الاسباب ہے اس لیے اگر معاش کی تنگی سے فکر معاش ہو تو اس کو دنیا کی محبت نہیں

کہیں گے۔ دنیا خدا سے غفلت کا نام ہے۔ اور بحمد اللہ آپ کا دامن اس سے پاک ہے۔ میں دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مشکلات حل فرمائے۔ آمین (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۴، ص ۱۶۵)

## مکتوب نمبر ۴۸ کے سوالات مع جوابات

سوال نمبر ۱: سیدی! حالت یہ ہے کہ تسبیح لے کر وظیفہ پڑھتا ہوں ابھی چند دانے پڑھے تھے کہ دفعۃً مراقبہ کی طرف منتقل ہوگیا۔ اور پھر بالکل کھو گیا۔ کسی کے آجانے پر چونک پڑا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہی کیفیت۔ غرض تسبیحات اور اسم ذات منہ سے نکلنا نہیں چاہتے۔

جواب: یہ قبض کی حالت ہے۔ استغفار کی کثرت کرنی چاہیے اور طبیعت پر زور ڈالئے۔ ذکر اور مراقبہ کو جاری کرنا چاہیے۔

سوال نمبر ۲: ایک جاہل محض کہ ایک حرف سے بھی آشنا نہیں، مگر باطنی اشغال میں منتہی ہے۔

جواب: بہت بہتر ہے۔ ذکر اور مراقبہ میں دوام حاصل کرنا کافی ہے۔

سوال نمبر ۳: ایک اردو خواں، مگر عقائد درست ہیں، باطنی اشغال میں منتھی ہے۔

جواب: یہ بھی خوش نصیبی ہے۔ دوام حضور میں کوشاں رہیے۔

سوال نمبر ۴: ایک مجذوب جو محض کچھ اردو فارسی جانتا ہے۔ مگر جذبی کیفیت سے سب بھول گیا۔ اگرچہ باطنی امور میں منتھی ہے۔ مشائخ کرام اور حضور والا کا اس سلسلہ میں کیا معمول ہے، کیا ایسے شخص کو اجازت بیعت وارشاد دیتے ہیں۔

جواب: مجذوب سے ارشاد و تسلیک نہیں ہوتی۔ البتہ جب وہ ہوش و حواس میں ہو تو رہنمائی کرسکتا ہے۔

سوال نمبر ۵: ایک بیمار جو حضور والا سے بیعت ہے۔ اس کو بوقت موت کوئی دوسرا توبہ کرا سکتا ہے؟

جواب: کرا سکتا ہے۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۴، ص ۱۶۶)

## اُمی کس کو کہتے ہیں؟

جن حضرات نے امی کو بیعت وارشاد کی اجازت سے منع کیا ہے اس سے وہ جاہل مراد ہے جو کہ فرائض نماز، روزہ وغیرہ عبادات کو نہیں جانتا اور قرآن کو مقدار ضرورت نہی پڑھ سکتا۔ اور اگر کوئی مسائل ضروریہ اور عقائد اہل سنت والجماعت کو اردو، فارسی، یا عربی و ترکی وغیرہ زبانوں میں جانتا

ہے اور قرآن شریف بمقدار ضرورت پڑھے ہوئے ہے تو وہ اُمی نہیں ہے۔ اگرچہ عربی کا فاضل نہ ہو۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۴، ص ۱۶۹)

## تبلیغ فرض کفایہ ہے

تبلیغ اگرچہ ضروری اور مفید ہے مگر فرض کفایہ ہے اور خدمت والدین فرض عین ہے۔ حدیث ہے فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ ، ان کے حکم مانئے اور ان کی خدمت کیجیے۔ فارغ اوقات میں خدمات تبلیغہ اپنے محل قیام ہی میں انجام دیں۔ بے نمازیوں کو نماز کی ترغیب دیں۔ جماعت کا پابند بنائیں۔ نہ جاننے والوں کو نماز سکھائیں، ذکر میں کوتاہی نہ کریں۔ (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۴، ص ۱۹۲)

## مجھ کو بڑی ضرورت آپ بہنوں کی دعا کی ہے

محترمہ! زید مجدکم۔ سلام مسنون۔ آپ کا خط مجھ کو مل گیا تھا، روپے بھی مل گئے تھے۔ میں نے آپ کے فرمانے سے رکھ لیے تھے۔ مجھ کو اللہ تعالیٰ بہت دیتا ہے۔ میری تنخواہ مدرسہ سے پانچ سو روپیہ سے زیادہ ہے۔

آپ کا بال بچوں کا ساتھ ہے۔ آمدنی کم ہے۔ آپ کو اپنے گھر اور بال بچوں پر خرچ کرنا چاہیے۔ اس مرتبہ تو میں نے آپ کے رنج کے ڈر سے رکھ لیا۔ مگر آئندہ کے لیے کبھی ایسا نہ کریں۔ مجھ کو بڑی ضرورت آپ بہنوں کی دعاء کی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ کی اور ہماری اور سب مسلمانوں کے دین کی اور دنیا کی مرادیں پوری کرے اور اپنی رضا اور خوشنودی سے نوازے۔ ہماری خطاؤں اور گناہوں کو معاف کر کے جنت میں جگہ دے۔ آمین (مکتوبات شیخ الاسلام، ج ۴، ص ۱۹۴)

### حدیث نبوی ﷺ

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

① تمہارا اپنے بھائی سے ملتے وقت مسکرا دینا بھی صدقہ ہے۔

② اچھی بات کہنا اور برائی سے روکنا بھی صدقہ ہے۔

③ بھٹکے ہوئے کو راہ دکھانا بھی صدقہ ہے۔

ابطالِ باطل ______ قسط ۵۸

## ماہ نامہ ''افکارِ العارف لاہور'' کے جواب میں

# تلبیسات کے اندھیروں میں حقیقت کے چراغ

مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

نوٹ: گذشتہ شمارہ کے صفحہ نمبر ۲۵ پر فارسی عبارت کے ترجمہ میں ایک مقام پر تسامُح ہوگیا ہے، ''واما روافضِ زیدیہ پس مُسلم اند'' کا ترجمہ ''پس روافض زیدیہ مسلمان ہیں'' کی بجائے ''نہیں ہیں'' کمپوز ہوگیا تھا، جب کہ ہمارے املائی رجسٹر میں ترجمہ صحیح ہے۔ گویا یہ لغزش کاتب السطور سے پروف پڑھتے وقت ہوئی۔ بہرحال مندرجہ ذیل جن احباب نے اس غلطی سے ہمیں متوجہ فرمایا، ان کے نام شکریہ کے ساتھ درج ذیل ہیں۔

① حافظ محمد عثمان حسن صاحب (لاہور)

② مولانا باقی باللہ صاحب قندوزی (کراچی)

③ شیعہ ذاکر ملک مُرید حسین صاحب آف پدھراڑ (ضلع خوشاب)

مؤخر الذکر نے فون پر تو اخلاق کے دائرہ میں بات کی، تاہم بندہ کے ساتھ جاری اپنی خط وکتابت میں لکھا کہ ''یہ ترجمہ کرنا کسی متدین شخص کا کام نہیں ہوسکتا، کچھ تو خوف خدا کرتے۔'' (محررہ ۱۰ ستمبر ۲۰۱۸ء)۔

اللہ تعالیٰ کی شان کہ ازواج مطہرات، اصحاب واہل بیت رسول ﷺ اور دیگر نفوس قدسیہ کی شان میں تسلسل سے گستاخیاں کرنے والے محض کتابت کی غلطی پر ہمیں ''خوف خدا نہ رکھنے'' کا طعنہ دے رہے ہیں بہرکیف ہم نے اخلاقی طور پر ان کا نام بھی مطلع کرنے والون کے ناموں میں لکھ دیا ہے اور ہمیں مسرت ہے کہ ملک صاحب شُغل ذاکری کے ساتھ ساتھ ماہ نامہ ''حق چاریار'' کا بھی باقاعدہ مطالعہ کرتے ہیں۔

قارئین کرام! ہمارے مخاطب جناب جوادی صاحب نے علامہ عبدالعلیؒ بحرالعلوم کے رسالہ ''فارسی شرح فقہ اکبر'' کے حوالہ سے جتنے مغالطے دیئے تھے ہم نے بحمداللہ تعالیٰ گذشتہ شمارہ میں ان کا

پول کھول دیا ہے۔ مزید انہوں نے علامہ عبدالعلیؒ کی ایک فقہی کتاب ''رسائل الارکان'' کی عبارت سے بھی دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے، مگر خود ہی اپنے دھوکے کا شکار ہو گئے۔ علامہ عبدالعلیؒ بحر العلوم بدعتی کی اقتداء میں نماز ادا کرنے کا حکم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''ویکره امامته المتبدع اعلم ان المبتدع الذی یصلی الی القبلة لم یحکم الائمة الاربعة بکفرهم وماروی عن الامام ابی حنیفه من قال بخلق القرآن فهو کافر فاطلاق لکافر من الکفران ای کافر للنعمة لامن الکفری الذی هو مقابل الایمان لکن المبتدع الذی یحرز المصلی خَلفه ثواب الحماعة لکن یکره وجود غیر المبتدع، مبتدع لم یحصل بدعته الی ان یصلی عند کونه اماما للسنی بلانیة او یلعن فی الصلوٰة علیه اوعلی مقتداهم اویعلی بلاطهارة للتعنت او کان فی وضویهٔ وغسلهٔ شبهة واما هذا المبتدع فلا یحوز الصلوة خلفه المبتدع ما روی عن الامامین ابی حنیفة والشافعی فساد الصلوة خلف الشیعة فا المراد باالشیعة من کان دینهم السبّ وکان فی ادعتیهم الصلوتیة سَبّ الصحابة الاخیار ولا یرونا الا مامته فی الصلوة جائزة ولاشك فی فساد الصلوٰة خلف هذا لفئة من الشعیة الذی یفضلون علیّا علی الشیخین ولا لیطعنون فیهما اصلاً کا الذیدیة فیجوز خلفهم الصلوٰة یکره کراهةً شدیده۔''

ترجمہ: ''مبتدع کی امامت مکروہ ہے۔ آگاہ رہیے کہ وہ اہل بدعت جو قبلہ کی طرف مُنہ کر کے نماز ادا کرتے ہیں، اُن پر آئمہ اربعہ نے کفر کا حکم نہیں لگایا، اور یہ جو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ جو کوئی خلق قرآنِ مجید کا قائل ہو وہ کافر ہے تو اس سے مراد کُفرانِ نعمت ہے، نہ کہ کفر بمقابلہٗ ایمان! ایسا مبتدع کہ جس کی اقتداء میں نمازی کو جماعت کا ثواب مل جاتا ہے، لیکن غیر مبتدع کی موجودگی میں بدعتی کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ ایسا مبتدع کہ جس کی بدعت اس حد تک نہ پہنچی ہو کہ وہ کسی سنی العقیدہ شخص کے امام بننے کے وقت نماز کی نیت نہ کرے، یا نماز میں اپنے مقتدی پر لعنت کرتا ہو، یا ان کے مقتداؤں پر لعن طعن کرتا ہو، یا بوجہ عداوت بغیر وضو کے نماز پڑھتا ہو، یا اس کے وضو اور غسل میں کسی قسم کا شبہ پایا جاتا ہو، ایسے مبتدع کی اقتداء میں نماز جائز نہیں ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ سے جو ثابت ہے کہ شیعہ کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو اس سے مراد وہ روافض ہیں جن کی عادت ہی بکنا ہو، اور ان کی نماز کی دعاؤں میں صحابہ کرام الاخیار پر سَبّ نہ ہو اور وہ سنیوں کی امامت کو

جائز نہ جانتے ہوں، اس طرح کے شیعہ گروہ کے پیچھے نماز کے فاسد ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے لیکن وہ شیعہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دیتے ہیں، لیکن اُن پر طعن نہیں کرتے، جیسے زیدیہ، تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے، تاہم شدید مکروہ ہے۔'' (رسائل الارکان صفحہ نمبر ۹۹، مطبع علوی لکھنؤ ۱۳۰۹ھ)

یہ عبارت اپنے مفہوم و معانی میں بالکل بے غبار اور واضح ہے۔ ایک عامی قاری بھی جب اس کو پڑھے گا تو وہ اس نتیجہ پر ہی پہنچے گا کہ اس عبارت کا امامی فکر و نظر کے دفاع کے ساتھ دور دور کا بھی کوئی واسطہ نہیں، بلکہ یہ عبارت تو روافض کی جڑ کاٹ رہی ہے، کیونکہ روافض ہی ہیں جو صحابہ کرامؓ کو جی بھر کر گالیاں دیتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو اپنی نمازوں میں سبّ و شتم کرتے ہیں اور یہی فرقہ مبتدع ہے۔ اس عبارت میں فرقہ زیدیہ کو جو گنجائش دی گئی ہے تو اس کا امامیہ روافضہ کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ زیدیہ فقہی مسائل میں احناف کے قریب ہیں اور بعض مسائل میں مالکیہ سے قُرب رکھتے ہیں، جب کہ عقائد میں نہ وہ امامیہ والا نظریۂ امامت رکھتے ہیں، نہ تحریف قرآن مجید کے قائل ہیں، نہ حلت متعہ اور رجعت کے قائل ہیں۔ نہ گالیاں اور لعنتیں کرنا ان کا شیوہ ہے، البتہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وہ شیخینؓ کریمین پر افضیلت دیتے ہیں۔ یہ نہایت محدود تعداد میں یمن وغیرہ میں بستے ہیں۔ باوجود اس کے کہ مذکورہ عبارت میں امامی دوستوں کو کوئی پناہ نہیں مل رہی، مگر ہمارے مخاطَب موصوف نے چونکہ اپنے مضمون کا پیٹ بھرنا تھا، اور نادر و علمی نیز پُرانے مطابع کے ناموں سے اپنی قوم پر علمی رعب ڈال کے اُلّو بنانا تھا (کیونکہ جہاں محض اپنی نمود و نمائش مقصد ہو وہاں یہی کچھ ہوتا ہے) چنانچہ مذکورہ عبارت اور اس کا ترجمہ لکھنے کے بعد موصوف یوں تبصرہ کرتے ہیں۔

''بحرالعلوم نے بحث کی ابتداء ہی اس مسلمہ'' اصول سے کی ہے کہ ائمہ اربعہ نے قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والے کو کافر نہیں کہا۔ اس اصول کے تحت وہ شیعہ کو بھی اہل اسلام میں سے گردانتے ہیں۔ زیدی شیعہ کی اقتداء میں نماز جائز ہوجائے گی لیکن سَبِّیہ گروہ شیعہ کے پیچھے نماز فاسد بتائی ہے۔ اس لیے کہ اُن (بحرالعلوم) کے نزدیک ان کی بدعت نسبتاً شدید ہے۔ لیکن کفر کا حکم تقاضائے احتیاط اور اصلِ اسلام کے سراسر خلاف ہے۔ اس طرح کے غیر محتاط فتاویٰ بالخصوص متاخرین میں جاری ہوتے رہے ہیں۔ الخ۔ (ماہنامہ افکارِ العارف لاہور صفحہ نمبر ۴۱، اکتوبر ۲۰۱۴ء)

قارئین کرام! ذرا غور فرمایئے! علامہ عبدالعلیؒ کی کتاب ''رسائل الارکان'' کی مندرجہ عبارت اور ہمارے مخاطَب موصوف کا اُس سے استدلال کس قدر باہم تضاد رکھتا ہے۔ سطحی مطالعہ رکھنے والا

ایک عام شخص بھی جان لے گا کہ اس عبارت سے موصوف کا امامی عقائد کو اسلامی ثابت کرنا ڈوبتے کا تنکے سے سہارا لینے کے مترادف ہے۔

ہم اس پر حسبِ سابق جوابی بحث پیش کر رہے ہیں، تاکہ ہمارے قارئین میں سے شیعہ طلبہ اپنے اس نام نہاد ترجمان کی ''علمیت'' کا جنازہ دیکھ سکیں اور اہل سنت قارئین کو بھی تفکر کا مزید موقع ملے اور وہ جان سکیں کہ فرقہائے باطلہ کس قدر دلائلِ عاطلہ و عاقرہ (یعنی بے کار و بانجھ دلائل) سے اپنے مذعومہ نظریات کو بیساکھی فراہم کرتے ہیں۔

① اولاً: اس میں تو کوئی شک نہیں ہے کہ ہمارے آئمہ اربعہ اہل قبلہ کی تکفیر کرنے میں محتاط ہیں، مگر سوال یہ ہے کہ اہل قبلہ کس کو کہا جاتا ہے؟ اگر محض الفاظ کے ظاہر پر جایا جائے تو پھر قادیانیوں اور منکرین حدیث سمیت کوئی بھی شخص قبلہ کی جانب منہ کر کے کچھ دیر عبادت کر لے اور پھر دین اسلام کے تمام تر ذخیرہ پر ہاتھ صاف کرتا پھرے، وہ مسلمان ہی کہلائے گا۔ اس بے اصولی اور شُتر بے مہاری کی کون سلیم العقل تائید کرے گا؟ سو ''اہل قبلہ'' ایک اصطلاحی لفظ ہے اور اس کا مصداق صرف وہ لوگ ہیں جو کلمہ طیبہ پڑھنے اور مدعی اسلام ہونے کے بعد کسی کافرانہ قول و فعل کا ارتکاب نہ کریں۔ ہم یہاں اپنے قارئین کی تشفی کے لیے حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ کی اس ضمن میں مختصراً بحث پیش کرتے ہیں، آپؒ رقمطراز ہیں۔

''امام اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''لا نکفر اهل القبلة بذنب'' یعنی ہم اہل قبلہ کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہیں کہتے۔ بعض روایاتِ حدیث میں اس قسم کے الفاظ مذکورہ ہیں کہ اہل قبلہ کو کافر نہ کہو، خواہ وہ کتنا ہی گناہگار بدعمل ہو۔ مگر یہاں ایک بات خاص طور پر سمجھنے اور یاد رکھنے کی ہے کہ قرآن و حدیث سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو مسلمان کہے، اس کو کافر کہنا (یا) سمجھنا جائز نہیں ہے۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ جب تک اس سے کسی ایسے قول و فعل کا صدور نہ ہو جو کفر کی یقینی علامت ہے، اس وقت تک اس کے اقرار اسلام کو صحیح قرار دے کر اس کو مسلمان کہا جائے گا اور اس کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کیا جائے گا۔ اس کی قلبی کیفیات، اخلاص یا نفاق سے بحث کرنے کا کسی کو حق نہ ہوگا، لیکن جو شخص اظہارِ اسلام اور اقرارِ ایمان کے ساتھ ساتھ کچھ کلماتِ کفر بھی بکتا ہے، یا کسی بُت کو سجدہ کرتا ہے یا اسلام کے کسی ایسے حکم کا انکار کرتا ہے جس کا اسلامی حکم ہونا قطعی اور بدیہی ہے، یا کافروں کے کسی مذہبی شعار کو اختیار کرتا ہے، جیسے گلے میں زنار وغیرہ ڈالنا، وہ بلاشبہ اپنے اعمالِ کفریہ

کے سبب کافر قرار دیا جائے گا۔ آیت مذکورہ میں لفظ "تبینوا" سے اس کی طرف اشارہ ہے، ورنہ یہود و نصاریٰ تو سب ہی اپنے آپ کو مومن و مسلمان کہتے تھے اور مسلیمہ کذاب جس کو باجماعِ صحابہؓ کافر قرار دے کر قتل کیا گیا، وہ تو صرف کلمۂ اسلام کا اقرار ہی نہیں، بلکہ اسلامی شعائر نماز اور اذان وغیرہ کا بھی پابند تھا، اپنی اذان میں اشھدان لا الہ الا اللہ کے ساتھ اشھد ان محمد رسول اللہ بھی کہلواتا تھا۔ مگر اس کے ساتھ وہ اپنے آپ کو بھی نبی اور رسول، صاحبِ وحی کہلاتا تھا۔ جو نصوص قرآن وسنت کا کھلا ہوا انکار تھا۔ اسی کی بناء پر اس کو مرتد قرار دیا گیا تھا اور اس کے خلاف باجماعِ صحابہؓ جہاد کیا گیا۔ خلاصہ مسئلہ کا یہ ہوگیا کہ ہر کلمہ گو، اہل قبلہ کو مسلمان سمجھو، اس کے باطن اور قلب میں کیا ہے۔ اس کی تفتیش انسان کا کام نہیں، اس کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کردو۔ البتہ اظہارِ ایمان کے ساتھ خلاف ایمان کوئی بات سرزد ہو تو اس کو مرتد سمجھو، بشرطیکہ اس کا خلاف ایمان ہونا قطعی اور یقینی ہو اور اس میں کوئی دوسرے احتمال یا تاویل کی راہ نہ ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ لفظ "کلمہ گو" یا "اہلِ قبلہ" یہ اصطلاحی الفاظ ہیں جنکا مصداق صرف وہ شخص ہے جو مُدعی اسلام ہونے کے بعد کسی کافرانہ قول و فعل کا مرتکب نہ ہو۔" (تفسیر معارف القرآن جلد نمبر ۵، صفحہ نمبر ۵۲۱، ادارۃ المعارف، کراچی)

اسی طرح متقدمین علماء اہل سنت میں سے علامہ ابن عابدین الحنفیؒ (متوفی ۱۲۵۲ھ) نے لکھا ہے "لاخلاف فی کفر المخالف فی ضروریات الاسلام وان کان من اهل القبلة المواظب طول عمره علی الطاعات" یعنی فقہاء کرامؒ کا اس مسئلہ کی بابت کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جو شخص ضروریات اسلام کا منکر ہو، وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہے، خواہ وہ اہلِ قبلہ میں سے ہی ہو اور اپنی مکمل زندگی طاعات وعبادات میں صَرف کر رہا ہو۔" (ردالمحتار جلد نمبر ا صفحہ نمبر ۳۷۷)

علامہ ابن ہمام الحنفیؒ جن کا نام علامہ بحرالعلوم کے رسالہ "شرح فقہ اکبر فارسی" میں دیکھ کر ہمارے مخاطب نے تلبیس کا سہارا لینے کی ناکام کوشش کی ہے، انہوں نے بھی لکھا ہے کہ "الاتفاق علی ان ما کان من اصول الدین وضروریاته یکفر المخالف فیه۔" اس پر اتفاق ہے کہ اُصول دین اور ضروریات دین میں جو شخص مخالفت کرتا ہو، اس کی تکفیر کی جائے گی (مسائرہ جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۲۱۲، مطبوعہ قاہرہ) اسی طرح علامہ ابوالبقاء محمد بن احمد ضیاء مکیؒ (متوفی ۸۵۴ھ) نے بھی لکھا ہے کہ "ولا نزاع فی اکفار منکر شیء من ضروریات الدین" یعنی ضروریات دین میں سے کسی شئے کا انکار کرنے والا شخص تکفیر کی زد میں آئے گا، اس میں کوئی نزاع والی بات

نہیں ہے (کلیات ابی البقاء صفحہ نمبر ۵۵۴)، علامہ شمس الدین محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی رحمہ اللہ (متوفی ۹۰۲ھ) فرماتے ہیں "لا نکفر احداً من اھل القبلۃ الا بانکار قطعی من الشریعۃ" ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کرتے، ہاں مگر جب کوئی شریعت اسلامیہ سے ثابت شدہ قطعی باتوں کا انکار کر دے (فتح المغیث صفحہ نمبر ۱۴۳) شیخ الاسلام ابن دقیق العیدؒ (متوفی ۷۰۲ھ) فرماتے ہیں "والحق انہ لایکفر احد من اھل القبلۃ الا بانکار متواتر من الشریعہ عن صاحبھا فانہ، حینئذیکون مکذبا للشرع ولیس مخالفتہ، القواطع ماخذاً للتکفیر وانما ماخذہ مخالفۃ السمعیۃ القطعیۃ طریقاً ودلالۃً" حق بات صرف یہ ہے کہ کسی اہل قبلہ کی تکفیر نہیں کی جاسکتی۔ تاوقتیکہ وہ کسی ایسی دلیل کا انکار نہ کرے جو تواتر کے ساتھ شریعت اسلامیہ سے ثابت شدہ ہو، کیونکہ اس صورت میں وہ شریعت کی تکذیب کرنے والا ہوگا۔ اور محض عقلی دلائل کے انکار سے کوئی شخص دائرۂ اسلام سے نہیں نکلتا، موجب تکفیر ایسے سمعی دلائل کا انکار ہے جن کا ثبوت قطعیت کے ساتھ ہو چکا ہو اور جن کا مدلول بھی قطعی ہو (احکام الاحکام جلد نمبر ۲، ص ۷۹) علامہ سعدالدین تفتازانیؒ فرماتے ہیں "مخالف الحق من اھل القبلۃ لیس بکافر مالم یخالف ماھو من ضروریات الدین" اہل قبلہ میں سے حق کا مخالف کافر نہیں ہوگا، جب تک کہ وہ ضروریات دین میں سے کسی چیز کا مخالف نہ ہو (شرح مقاصد جلد نمبر ۲، ص ۲۶۸) نیز اس کی مزید وضاحت علامہ تفتازانیؒ یوں فرماتے ہیں "فلانزاع فی کفر اھل القبلۃ المواظب طول العمر علی الطاعات باعتقاد قدم العالم ونفی حشر الاجساد و نفی العلم بالجزئیات و نحو ذالک وکذا بصدور شئی من موجبات الکفر" اہلِ قبلہ میں سے اس شخص کی تکفیر میں کوئی نزاع نہیں ہے جس کی ساری زندگی تو عبادت میں گزر چکی ہو مگر وہ قدمِ عالَم وحشرِ اجساد کی نفی اور اللہ تعالیٰ سے جزئیات کے علم کی نفی کرتا ہو اور اسی طرح اگر کوئی اور چیز (بھی) موجبات کفر میں سے اس سے صادر ہوگئی تو اس کے کفر میں بھی کوئی شک نہیں ہے (شرح مقاصد جلد نمبر ۲، ص ۲۷۰)۔

قارئین کرام! ان تمام تر عبارات میں فقہاء احناف نے ''اہلِ قبلہ'' کی اصطلاح کی دلنشین شرح کر دی ہے۔ مطلق الفاظ کے مقیّد مفاہیم تراشنا یا مقیّد سے مطلق تعبیر کشید کرنا ایک جاہل کی ضد تو ہوسکتی ہے کسی صاحبِ علم کا کام نہیں ہوسکتا۔ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدرؒ نے اپنی کتاب

''ازالۃ الریب' عن عقیدۂ علم الغیب'' کے باب ہفتم میں اس پر جامع بحث کر دی ہے، اور ہم نے مذکورہ حوالہ جات کی ترتیب میں اس سے استفادہ کیا ہے۔ جب ''اہل قبلہ'' کی اصطلاح اہل سنت کی ہے تو لامحالہ اس کی شرح و توضیح بھی علماء اہل سنت ہی کی معتبر ہوگی، بات ہماری ہو اور وضاحت روافض کرتے پھریں، یہ علمی دنیا کا اصول نہیں ہے اور نہ ہی دور کی ان کوڑیوں سے امامی ترجمان اپنے بے سروپا نظریات کو مسلّمہ ثابت کر سکتے ہیں۔

## ڈھکّو صاحب کی ایک تقریر اور مظہری تقشیر

یکم جون ۱۹۹۰ء کو امام بارگاہ مہاجرین چکوال میں معروف شیعہ عالم مولانا محمد حسین صاحب ڈھکو نے ''اہل قبلہ'' کی اصطلاح پر ایک تقریر کرتے ہوئے یہی خلافِ حقیقت باتیں بیان کی تھیں، جو آج ہمارے مخاطب امامی موصوف کر رہے ہیں۔ تب حضرت اقدس مولانا قاضی مظہر حسینؒ بقید حیات تھے۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے ''اہل قبلہ کون؟'' کے زیر عنوان ماہ نامہ حق چار یارؓ لاہور میں انہی دنوں مفصلاً ایک مقالہ شائع کروا دیا تھا اور اب ادارہ مظہر التحقیق لاہور کی جانب سے اس کو مستقل کتابی صورت میں بھی شائع کر دیا گیا ہے۔ جون ۲۰۱۱ء سے یہ کتابچہ منصۂ شہود پر ہے۔ ڈھکو صاحب نے اپنی تقریر جس قدر دبیز پردوں میں لپیٹ کر پیشِ سامعین کی تھی، حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ نے اس کی تقشیر کر دی ہے، یعنی چھلکا اتار کر رکھ دیا ہے۔ اہل علم کے پاس اس کتابچے کا ہونا فائدے سے خالی نہیں ہے۔

اربابِ بصیرت! یہ تھی علامہ بحرالعلوم کی وہ عبارت کہ جس سے ہمارے مخاطب امامی ترجمان نے چور دروازے نکالنے کی بہت کوشش کی، مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے۔ شاید موصوف اپنے اہل تشیع کے ''بحرالعلوم'' علامہ السیّد علی (متوفی ۱۲۹۸ھ)، مصنف البرہان القاطع وغیرہ) کے فہم و شعور پر پہنچے ہیں کہ جن کے افادات میں سطر بہ سطر تقیّہ کی بُو آتی ہے۔ جہاں تک اہل سنت بحرالعلوم علامہ عبدالعلیؒ کا تعلق ہے، انہوں نے تو فقہ و فقاہت میں ایسی جُزئیات درج کر ڈالی ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا تقیّہ باز بھی اُن کے گرز سے بچ کر نہیں جا سکتا۔

سبّ وشتم امامیوں کی مذہبی لَت ہے۔

غور کیجیے کہ علامہ عبدالعلیؒ نے اپنی کتاب کے مذکورہ عبارت میں جوامام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے حوالہ سے فرمایا ہے کہ ان روافض کی اقتداء میں نماز نہیں ہوتی، جن کی عادت ہی سبّ وشتم ہو، تو اس سلسلہ میں ہم عرض کریں گے کہ ہمارے فقہاء کرام کو اللہ کریم کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے کہ انہوں نے کس قدر پتے کا اصول وضع کر دیا ہے کیونکہ رافضی ہوتا ہی وہ ہے جس کی گھٹی میں سبّ وشتم ہو۔ حتیٰ کہ سبّ وشتم کا شوق جاری رکھنے کے لیے انہوں نے اس عملِ سنگین کو ائمہ جیسی متبرک ذوات سے منسوب کر رکھا ہے اور ''تولاّ وتبراّ'' کے نام سے اسرائیلی و امریکی آبدوزیں چلا رکھی ہیں۔

''صحیفہ رُضویہ'' کی ایک عبارت

چنانچہ شیعہ علماء نے امام علی بن موسیٰ کی طرف ''صحیفہ رضویہ'' نامی ایک رسالہ منسوب کر رکھا ہے جسے بقول مجتہدینِ شیعہ امام موصوف نے خلیفہ مامون رشید عباسی کی خواہش پر قلم بند فرمایا تھا اور اس میں حسبِ اعتقادِ شیعہ ''اصولِ دین'' درج ہیں۔ علامہ ابن بابویہ قمی نے اپنی کتاب ''عیون الرضا'' میں اس صحیفہ کی تصدیق کی ہے اور شیعہ علماء نے مختلف ادوار میں اس کے ترجمے اور شرحیں بھی لکھی ہیں۔ برصغیر میں اس کا اردو ترجمہ (عربی سے) معروف شیعہ عالم مولانا سید شریف حسین صاحب بھریلوی نے ''جواہرِ بہیہ ترجمہ صحیفہ رضویہ'' کے نام سے ۱۹۴۲ء میں لکھ کر شائع کروایا تھا، اور بغض وعناد کے متعدی مریض مولانا سید محمد سبطین صاحب سرسوی نے اپنے رسالہ ''البرہان'' لدھیانہ میں اس کی بڑی مدح وتوثیق کی تھی۔ اس کتابچہ میں لکھا ہے کہ

”ولا ایمان الا بالتبراء ة من الجبت و الطاغوت الذین ظلما آل محمد حقهم، واخذ میراثهم، وغصبا خمسهم، واخذ فدك من فاطمة علیها السلام وهم باحراق البیت علیها، وغیره سنة نبیهم، والبراء ة من الناكثین وُدّ وسواع طلحته والزبیر الذین هتكا حجاب رسول الله ﷺ ونكثا بیعته امامهما واخرجا المرأة، وحاربا امیر المومنین علیًا علیه السلام وقتلا شعیة المتقین والبراء ة من یغوث لنعثل الذی ضرب الاخیار ونفاهم وشردهم فی البلدان واوی الطراد واللعناء

وجعل الاموال دولة بين الاغنياء واستعمل السفهاء والبراء ة من يعوق ونسر معاويته ابن ابى سفيان و عمر ابن العاص، وابتاعهم الذين حاربوا امير المومنين عليه السلام وقتل المهاجرين والانصار واهل الفضل والصلاح من التابعين والبراء ة من الحمارِ الذى حمل الاسفار ابى موسٰى الاشعرى والبراء ة من السامرى وا صحابه الذين ضل سعيهم فى الحياة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعاً۔"

ترجمہ: ''اور ایمان ثابت نہیں ہوتا مگر ''جبت'' اور ''طاغوت'' سے بیزار ہونے سے (مراد حضرات شیخینؓ ہیں) جن دونوں نے آل محمد ﷺ کے حق میں ظلم کیا اور ان کی میراث کو لے لیا اور ان کے خُمس کو غصب کیا اور فدک کو جناب فاطمہ علیہا السلام سے چھین لیا اور اس معصومہ سمیت گھر جلانے کا ارادہ کیا۔ اور اپنے نبی علیہ السلام کی سنت کو تبدیل کر دیا (اور ایمان مکمل نہیں ہوتا) جب تک کہ دو بیعت توڑ دینے والے وَدّ اور سُواع سے بیزار نہ ہوا جائے یعنی طلحہ اور زبیر سے، کہ اُن دونوں نے رسول اللہ ﷺ کی ہتک ِ حُرمت کی اور اپنے امام کی بیعت کو توڑ ڈالا اور زوجہ رسول ﷺ کو گھر سے نکالا، اور امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی اور آپ کے متقی شیعوں کا خون کیا (اور ایمان مکمل نہیں ہوتا، جب تک کہ) بیزار نہ ہوا جائے یغوث نعثل سے، جس نے نیکوں کو مارا اور اُن کو جلاوطن کیا اور ان کو شہروں میں تتر بتر کر دیا اور آنحضرت ﷺ کے نکالے ہوئے اور لعنت کیے گئے لوگوں کو پناہ دی اور اموال المسلمین کو دولت مندوں کے درمیان دست گرداں بنا دیا اور نادانوں کو عامل مقرر کیا (اور ایمان مکمل نہیں ہوتا) جب تک کہ بیزار نہ ہوا جائے ''یعوق اور نسر'' یعنی معاویہ بن ابی سفیان اور عمرو بن العاص سے اور اُن کے پیروکاروں سے، جنہوں نے امیر المومنین علیہ السلام سے جنگ کی اور مہاجرین و انصار اور تابعین میں سے صاحبانِ فضل و صلاح کو قتل کیا (اور ایمان مکمل نہیں ہوتا) جب تک کہ اُس گدھے سے بیزار نہ ہوا جائے جس نے کتابیں اٹھائیں، یعنی ابوموسیٰ اشعری سے اور بیزار ہونے سے سامری (مروان) اور اُس کے اصحاب سے، جن کی کوشش دنیاوی زندگی ہی میں ضائع ہوگئی اور وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم نیک عمل کرتے ہیں''۔ الخ (جواہر بہیہ ترجمہ صحیفہ رضویہ صفحہ نمبر ۲۳، مطبوعہ ہانڈہ الیکٹرک پریس جالندھر ۱۹۴۲ء)

قارئین کرام! یہ عبارت اپنے مفہوم میں بالکل واضح ہے۔ اس میں امت کی مقدس ترین دو شخصیات حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کو ''جبت اور طاغوت'' کہا گیا ہے، جب کہ اللہ کریم نے بتوں اور شیطان

کے لیے یہ نام تجویز فرمائے ہیں (تفصیل پارہ نمبر ۵، سورۃ النساء آیت نمبر ۵۱ میں موجود ہے) اسی طرح نبی اقدس ﷺ کے جنتی اور پاکباز صحابہ کرامؓ حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کو بالترتیب مندرجہ ذیل نام دیئے گئے ہیں۔

(۱) وَدّ (۲) سُواع (۳) یَغُوث (۴) یَعُوق (۵) نَسر۔ یہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں مُشرکین نے پانچ بتوں کے نام رکھے ہوئے تھے، بعض مفسرین اور اہل تحقیق نے لکھا ہے کہ اُن سے بھی بہت پہلے زمانہ میں شاید یہ بزرگ گذرے تھے، جن کی مورتیاں بنا کر مشرکین نے شرک کا بازار گرم کر رکھا تھا، تاہم یہ بات طے ہے کہ روافض نے ان پانچوں سے بُت ہی مُراد لے کر صحابہ کرامؓ کی توہین کی ہے، علاوہ ازیں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو گدھا تک لکھ دیا گیا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ مشاجرات کے دور میں اور بالخصوص واقعہ تحکیم میں حضرت موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، سیدنا حضرت علیؓ کے ترجمان تھے اور حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت معاویہؓ کی جانب سے فیصل مقرر تھے، مگر امامیہ کا خیال ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے حضرت علیؓ کی صفائی پیش کرنے اور ان کی وکالت کرنے میں ناکام کردار ادا کیا تھا جس کی وجہ سے یہ توہین آمیز الفاظ لکھے گئے۔ یہ ہم نے موقع کی مناسبت اور حالیہ بحث کے ضمن میں مذکورہ حوالہ پیش کیا ہے۔ امامیہ کی گالی گلوچ کی فہرست دینا مقصود ہے اور نہ ہی ہمارا ضمیر ہمیں اجازت دیتا ہے کہ ہم ان خرافات کو علم و دانش کے خراد پر چڑھا کر گندگی کو ''خوشبو'' بنانے کی غیر فطری کوششوں میں اپنا اور اپنے قارئین کا وقت برباد کریں۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ علامہ بحر العلوم کی مذکورہ عبارات ہمارے موقف کو تقویت دے رہی ہیں نہ کہ روافض کو۔ بھلا ہو ہمارے امامی مخاطب کا جنہوں نے یہ عبارتیں پیش کر کے ہمیں امامیہ کے لتے لینے، یعنی دھجیاں اڑانے کا موقع فراہم کیا۔

قارئین کرام! اسی ضمن میں امامی ترجمان نے اہل سنت کے باہمی فروعی اختلافات کو بنیاد بنا کر بھی اپنا الّو سیدھا کرنے کی جسارت کی ہے۔ یہ بالکل وہی حال ہے کہ جب پاکستان کی قومی اسمبلی میں مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا آخری مرحلہ آیا تو مرزا طاہر نے دیوبندی، بریلوی، اہل حدیث اختلافات کو ہوا دے کر معاملہ الجھانے کی کوشش کی، مگر مولانا مفتی محمودؒ اور مولانا شاہ احمد نورانی رحمہ اللہ نے اُن کے اس منصوبے کو چند لفظوں میں ہی تار تار کر کے رکھ دیا تھا۔ اگر ہمارے مخاطب موصوف کی

ہمارے نزدیک مرزا طاہر کی باتوں جتنی بھی وقعت ہوتی تو ہم اس کا مفصل اور ناک توڑ جواب رقم کر دیتے۔ مگر جن کی ناک رسوائی اور علمی خِفت سے پہلے ہی کٹ چکی ہو، وہاں ہمیں طبع آزمائی کرنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔ فلہٰذا یہ خلطِ مبحث اُنہی کی شکست کا اعلان ہے۔ اور انہی کے ڈنگل سے سُنوایا جارہا ہے۔ جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل ذهوقا۔

## کھسیانی بلی کھمبا نوچے

اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارنے سے جب دیوار پہ ہاتھ لگتا نظر نہ آیا، تو امامی ترجمان کے قلم نے یوں سینہ کوبی کی۔

""معلوم ہوتا ہے کہ عبدالشکور لکھنوی نے جس طرح انصاف کا خون کرتے ہوئے انتہائی دجل وتلبیس، بددیانتی اور دھوکہ بازی کو وطیرہ بنایا ہوا تھا اسی طرح سلفی صاحب نے بھی لکھنوی کی بددیانتی پر اندھا اعتماد کرتے ہوئے بحرالعلوم کی طرف جھوٹ منسوب کر دیا۔ حالانکہ بحرالعلوم نے یقیناً یہ فتوی نہیں دیا۔ یقیناً سلفی صاحب نے بحرالعلوم کی اصل کتاب میں یہ عبارت دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔ پھر بلاجواز کس اندھے اعتماد سے (اس فتوی) کو بحرالعلوم کی طرف منسوب کر دیا اور اس پر طُرہ یہ کہ تفسیر مجمع البیان سے عقیدہ تحریف قرآن کے مطالعہ کا حوالہ بھی دے دیا۔ یہ کھلم کھلا دھوکا دہی اور فریب کاری ہے۔ بایں ہمہ پھر بھی وہ ""امام اہل سنت"" کہلانے کا دعویدار ہے۔"" (افکارِ العارف صفحہ نمبر ۴۲، اکتوبر ۲۰۱۴ء)

## علامہ بحرالعلوم کی کتاب ""فواتح الرحموت"" علامہ عبدالشکور لکھنویؒ پر اعتراض اور امامی ترجمان پہ تپِ لرزہ

قارئین کرام! مولانا عبدالعلیؒ (بحرالعلوم) کی کتب ""شرح فقہ اکبر فارسی"" اور رسائل الارکان کے بعد اب ہم جوادی صاحب کے اس اعتراض کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو انہوں نے بحرالعلوم کی کتاب ""فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت"" کے حوالہ سے عائد کیا ہے اور ان شاء اللہ ہمارے قارئین فتحِ رِفض کا یہ دلکش نظارا بھی کریں گے کہ اس کتاب میں بھی جو ہمارے مخاطب نے پناہ لینے کا ارادہ کیا تو انہیں کس قدر عبرتناک انجام سے دوچار ہونا پڑا۔ مگر پہلے چند سطروں میں اس کا پسِ منظر ملاحظہ فرما لیں۔ جب مولانا مفتی محمد زاہد صاحب کے جواب الجواب میں ہمارے تردیدی مضامین ماہ نامہ الشریعہ گوجرانوالہ، ماہ نامہ ""صفدر"" لاہور اور ماہ نامہ ""حق چار یار"" کے انہی صفحات پر شائع ہوئے

تھے تو ہم نے مولانا زاہد صاحب کے پیش کردہ علامہ بحر العلوم کے حوالہ سے ایک غیر تحقیقی اور فہم و شعور سے عاری ایراد کا جواب بھی لکھا تھا وہ جواب چونکہ مولانا زاہد صاحب سے زیادہ امامی ترجمان کے سر پر دستہ کی ضربوں کا کردار ادا کر گیا تھا، اس لیے انہوں نے اس بحث کو بھی یہاں تازہ کیا ہے مگر ہمیں خوشی ہے کہ یہ اختلافی مباحث تمام تر کلی و جزئی اور ہشت پہلوؤں کے ساتھ سامنے آ رہے ہیں، جس کی وجہ سے ہمیں اپنے مذہب اہل السنّت والجماعۃ کی خدمت کرنے کا من جانب اللہ موقع نصیب ہو رہا ہے۔ ہم اپنے سُنی و شیعہ طلبہ کرام اور قارئین سے ایک بار پھر التماس کریں گے کہ وہ پوری یکسوئی اور غیر جانبداری کے ساتھ ہم دونوں کے مضامین کا مطالعہ جاری رکھیں اور پھر بہ نظر انصاف فیصلہ صادر فرمائیں کہ وہ اپنی فکر و نظر اور عقیدہ و اصلاح کے لیے مذہب اہل سنت پہ قائم رہنا باعث سعادت سمجھتے ہیں یا بے اعتدالی، گمراہی اور غلط فہمیوں کی باڑ میں گھسنا چاہتے ہیں؟ یہ ہمارا دعوتی و تبلیغی پیغام ہے۔ خدا کرے کہ بگوشِ ہوش اس مخلصانہ آواز کو سُنا جائے تاکہ حق و صداقت کا پرچم پہلے سے بھی بلند تر ہو اور ہم سب کو دنیا و آخرت میں کامیابی نصیب ہو۔ اللھم آمین۔ امام اہل سنت حضرت مولانا علامہ عبدالشکور لکھنوی رحمہ اللہ۔ آہ!

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا؟
کہ میرے نطق نے بوسے میری زبان کے لیے

آپؒ نے مسئلہ تحریف قرآن مجید کے ضمن میں یہ بات لکھی تھی کہ جن علماء اہل سنت نے روافض کو منکر تحریف قرار دیا ہے، وہ اصل اپنی گوناگوں علمی مصروفیات اور کتبِ روافض کی نایابی کی وجہ سے بالاستیعاب ان کے عقائد کا مطالعہ نہ کر سکے تھے (جیسا کہ ہم نے گزشتہ اقساط میں مولانا علامہ رحمت اللہ کیرانویؒ، مولانا غلام دستگیر قصوریؒ یا مولانا شمس الحق افغانیؒ کا اس ضمن میں تفصیلی تذکرہ کیا ہے) لیکن جونہی وہ حقائق سے آگاہ ہوئے تو انہوں نے اپنے موقف سے رجوع فرمالیا تھا۔ اس حوالہ سے اصول فقہ کی ایک درسی کتاب ''مسلم الثبوت'' زیرِ بحث آئی ہے جس کی عربی شرح علامہ بحر العلوم نے ''فواتح الرحموت'' کے نام سے لکھی تھی اور اہل سنت کی جانب سے یہ تواتر کے ساتھ چھپتی چلی آ رہی ہے، اس لیے قدیم مطابع، اور ''پرانے نسخوں'' وغیرہ کے الفاظ سے رعب ڈال کر جاہلوں کی مجلس میں اظہارِ تفاخر تو کیا جا سکتا ہے، اہل سنت کو زیر نہیں کیا جا سکتا، الحمد للہ علی ذالک۔ اس کتاب یعنی ''فواتح الرحموت'' کی ایک عبارت، ہمارا استدلال، علامہ لکھنویؒ کی توضیح اور امامی ترجمان کی سبکی ملاحظہ فرمائیں۔ (جاری ہے)

[کنزِ مدفون] ترتیب واملاء وحواشی: مولانا حافظ عبدالجبار سلفی

# مکاتیبِ قائد اہل سنت

(مسلسل)

نوٹ: حضرت قائد اہل سنت رحمہ اللہ کے مکاتیب کا سلسلہ جاری ہے۔ بعض خطوط معاصرین کے اور بعض مسترشدین کے نام ہیں، مریدین کے نام اصلاحی مکاتیب چونکہ تربیت کے حوالہ سے ہوتے ہیں۔ اور تربیتی دور میں سالکین کو اپنے شیخ سے زجر وتوبیخ بھی ہوتی ہے۔ اس لیے جو خطوط سالکین ومریدین کے نام ہیں، ان کو شائع کرتے وقت مکتوب الیہ کا نام نہیں لکھا جائے گا اور حسبِ ضرورت بعض جگہ الفاظ کو حذف بھی کیا جائے گا البتہ جو حضرات اپنے نام سے ہی شائع کروانے پر راضی ہوں، تو ان کی رضا معتبر ہوگی اور ان کے نام سے ہی وہ خط شامل اشاعت ہوگا۔ قارئین سے التماس ہے کہ جس کے نام حضرت قائد اہل سنت کا کوئی خط موجود ہو تو وہ اصل یا صاف ستھری فوٹو کاپی ارسال فرما کر اس کارِ خیر کا حصہ بنیں۔ (ادارہ)

(۱۸۸) جناب حافظ صاحب سلمہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! طالب خیر بخیر ہے۔ اپنی صحت کی اطلاع کریں۔ پہلے سے کچھ افاقہ ہے یا نہیں ہے؟ اپریشن کا ارادہ تو نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ آپ کو شفاء کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔ خدام اہل سنت کا کام جاری رکھیں۔ اس کام کی اشد ضرورت ہے۔ ہر عنوان پر جماعتیں بنی ہوئی ہیں، رسالے نکل رہے ہیں اور ادارے بھی قائم ہیں۔ اگر کچھ نہیں ہے تو عقائد ونظریات پر محنت نہیں اور باطل فرقوں کی تردید تو بالکل ناکافی ہے۔ اللہ ینصر ب۔ حکیم صاحب اور حاجی محمد اشفاق صاحب وغیرہ احباب کو سلام پیش کر دیں اگر والدہ مکرمہ موجود ہوں تو انہیں بھی سلام پیش کر دیں۔

والسلام

الاحقر مظہر حسین، مدنی جامع مسجد

۴ جمادی الاخری، ۲۰ اگست ۱۹۶۹ء

---

(۱۸۹) جناب محترم سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا عنایت نامہ بذریعہ حکیم منیر اقبال صاحب موصول ہوا۔ طالبِ خیر بخیر ہے۔ آپ کا بھیجا ہوا ہدیہ میں نے اپنے لیے رکھ لیا ہے۔ جزاکم اللہ تعالیٰ۔ الحمدللہ کہ آپ کے مرض میں تخفیف ہورہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مکمل شفاء نصیب فرمائیں۔ آمین

آپ جمعرات کو تشریف لاسکتے ہیں۔ حافظ محمد طیب صاحب کو بھی اطلاع کر رہا ہوں۔ حکیم صاحب اور دیگر احباب کو سلام مسنون!

والسلام خادم اہل سنت

الاحقر مظہر حسین غفرلہ، مدنی جامع مسجد، چکوال

یکم شعبان ۹۰ھ

---

(۱۹۰) برادر محترم زیدہ مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا مودت نامہ مل گیا ہے۔ میں ان شاء اللہ ۱۰ یا ۱۱ جون کو حاضر خدمت ہوں گا۔

والسلام

الاحقر مظہر حسین غفرلہ، چکوال

۷، جون ۱۹۵۸ء

---

(۱۹۱) برادر محترم سلمہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

دونوں خط مل گئے ہیں۔ خدا کرے کام جلد مکمل ہوجائے۔ ''مودودی مذہب'' کا ضمیمہ مکمل کر کے گجرات کاتب کے پاس بھیج دیا ہے۔ اس کی اشاعت کی بھی جلدی ضرورت ہے۔ جناب حافظ صاحب اور دیگر احباب کی خدمت میں سلام مسنون!

الاحقر مظہر حسین غفرلہ

۸، رمضان المبارک xxx

---

(۱۹۲) برادر محترم حافظ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل ایک خط روانہ کر چکا ہوں۔ نیا ایک واقعہ یہ پیش آ گیا ہے کہ مولوی غلام یحییٰ صاحب، مدرس آج بلا اجازت چلے گئے ہیں۔ اب جدید مدرس کی ضرورت ہوگی۔ آپ کے علم میں اگر کوئی مدرس ہو، خواہ سند یافتہ نہ بھی ہو، مگر کتابیں اچھی پڑھا سکتے ہوں تو جلدی مطلع فرمائیں۔ تنخواہ ۷۰، ۸۰ روپے تک دی جا سکتی ہے۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ یہ خیال رہے کہ اپنے اکابر کے مسلک پر ہونا ضروری ہے۔

والسلام

الاحقر مظہر حسین غفرلہ

۳، صفر ۱۳۷۹ھ

---

(۱۹۳) برادر محترم زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

طالبِ خیر بخیر ہے۔ مکتوب ملا۔ غفلت کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوگئی تھی۔ پرمٹ کے فارم مولوی صاحب جہلمی نے قاری سراج احمد صاحب کے پاس بھیج دیئے تھے۔ غالباً وہ کوشش کریں گے، اُن سے دریافت کر لیں۔ ہمارا سالانہ جلسہ ۲۳، ۲۴ مارچ ۱۹۵۶ء کو ہو رہا ہے، جب کہ جامعہ اشرفیہ والوں کا بھی انہی تاریخوں میں جلسہ ہے۔ اشتہار مُرسل ہیں۔ جہلم اور راولپنڈی میں مَیں نے مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریر سُنی ہیں۔ امید نہیں ہے کہ جامعہ والے بخاری صاحب کو دعوت دیں۔ اللہ اعلم۔

کتابوں کی رقم آپ اپنے پاس ہی رکھیں۔ جہلم کا سالانہ جلسہ ۱۰، ۱۱، ۱۲ کو ختم ہو چکا ہے۔ مولانا محمد علی صاحب جالندھری کا خطاب بھی ہوا، خدام الدین آ رہا ہے۔ احباب سے سلام مسنون عرض کر دیں۔ والسلام

الاحقر مظہر حسین غفرلہ

مدرسہ اظہار الاسلام، چکوال

19 مارچ ۱۹۵۶ء

نجومِ ہدایت

# سیرت سیدنا حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت مولانا حافظ محمد اقبال صاحب رنگونی

## امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کون ہیں؟

آپ مکہ مکرمہ میں آل اسماعیل کی شاخ بنی عدی کے قابل فخر نوجوان ہیں لمبے چوڑے مضبوط جسم والے خوبصورت سخت مزاج مگر سمجھ دار اور خطاب کے بیٹے ہیں انہیں اپنے آبائی مذہب سے جنون کی حد تک محبت اور لگاؤ تھا جب اسلام کا سورج فاران کی چوٹیوں سے طلوع ہوا تو رؤسائے قریش اور سرداران مکہ نے جس قوت کے ساتھ اسلام کا راستہ روکنے کی کوشش کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں سے اگر زیادہ نہیں تو کچھ کم بھی نہ تھے سرداران قریش مسلمانوں کو اذیت دیتے تو عمر بن خطاب اس یقین کے ساتھ ان کے ساتھ ہو جاتے کہ اسلام ان کے مذہب کا دشمن ہے اور اس کو ختم کرنا اور اس کے پیرو کاروں پر ظلم کرنا ان کے بتوں اور دیگر معبودوں کی خوشنودی کا باعث ہوگا مگر اسے کیا معلوم تھا کہ تقدیر الٰہی ان کے لیے ایک دوسرا فیصلہ کر چکی ہے اور اس کائنات کی سب سے عظیم ہستی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لیے بڑی عاجزانہ پکار میں اللہ سے طلب کیا تھا اب وہ وقت آ ہی گیا کہ ابن عمر صرف خطاب کا بیٹا نہیں تھا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا وزیر بن گیا تھا اور اس نے اللہ کے رسول کی غلامی کا طوق بڑے شوق سے اپنے گلے میں ڈال لیا ہے اور اس پر اسے فخر بھی ہے۔

○...... حضرت عمر فاروقؓ انبیاء و مرسلین اور خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ کے خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد باقی پوری امت سے افضل و برتر اور اسلام کی سب سے بڑی عزت ہیں آپ تقریباً ۲۶ سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور ان پر مومنین کا ایک چلہ پورا ہوا آپ تاریخ اسلام کے چالیسویں مسلمان ہیں جس طرح قرآن کریم کی چالیسویں سورت المؤمن ہے۔ آپ نے اپنے ایمان کامل اور اعلیٰ اخلاق وصفات کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا قرب پایا کہ ان سے اوپر صرف حضرت صدیق اکبرؓ کو دیکھا گیا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے دوست بنے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ان کا اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر دوستوں کی طرح آتے جاتے تھے آپ نے انہیں ہمیشہ اپنے ساتھ رہنے کی سعادت بخشی اپنے قریب دفن ہونے کی پیشگوئی کی اپنے ساتھ بروز محشر اٹھنا بتایا اور جنت میں آپ کو اپنا ساتھی قرار دیا مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے آپ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث نقل کی ہے:

**ما من مولود الا وفی سرته من تربته التی خلق منها حتی یدفن فیها وأنا وأبوبکر و عمر خلقنا من تربة واحدة وفیها ندفن۔**

"ہر بچہ کے ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا یہاں تک کہ اس میں وہ دفن ہو جائے اور میں اور ابوبکر اور عمر ایک ہی مٹی سے بنے ہیں اور اسی میں دفن ہوں گے۔"

مولانا موصوف نے ساتھ ہی حکیم ترمذی کی نوادر الاصول سے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

**ویاخذ التراب الذی یدفن فی بقعة وتعجن به نطفته فذلك قوله تعالی منها خلقناکم وفیها نعیدکم۔** (فتاوٰی افریقه، ص ۸۵)

"فرشتہ وہاں کی مٹی لیتا ہے جہاں اسے دفن ہونا ہوتا ہے اسے نطفہ میں ملا کر گوندھتا ہے یہ ہے اللہ کا ارشاد کہ ہم نے تمہیں زمین ہی سے بنایا اور اسی میں پھر تمہیں ہم لے جائیں گے۔"

○......حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے قبول اسلام کے بعد اپنی زندگی اسلام اور پیغمبر اسلام کی خدمت گزاری اور اسلام اور مسلمانوں کی جانی اور مالی خدمت کا وہ شرف پایا کہ تاریخ اسلام میں وہ اپنی مثال آپ رہے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی اور کامل الایمان بزرگ ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کی تائید میں کئی آیات اتاریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ہمیشہ عزت کے ساتھ یاد فرمایا اور اپنی امت کو آپ کے فضائل بتائے اور ان کا ادب واحترام کرنے اور ان سے محبت رکھنے کی ہدایت فرمائی۔

○......آپ کا اسم گرامی عمر ہے آپ کی کنیت ابوحفص اور لقب فاروق ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو دیا اور آپ آسمانوں میں بھی اسی لقب سے زیادہ شہرت پائے ہوئے ہیں آپ کے مسلمان ہونے پر مشرکین کی قوت آدھی رہ گئی اور پھر ان میں سے کسی میں اتنا حوصلہ نہ تھا کہ وہ پہلے کی طرح مسلمانوں پر ظلم وستم کرتا مکہ میں مقابلہ کا میدان لگتا تو اکیلا عمر سب پر بھاری ہوتا اور یہ آپ تھے جن کے مسلمان ہونے پر خانہ کعبہ میں توحید کی صدا گونجی اور مشرکین کی قوت ٹوٹی آپ جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جڑے آخری وقت تک آپ ان سے جدا نہ ہوئے اسلام کے لیے حضرت عمرؓ ہمیشہ آگے نظر آئے اور

حضور ﷺ کی امت کے لیے آپ نے بڑی سے بڑی قربانیوں سے کبھی دریغ نہیں کیا۔

○......حضور اکرم ﷺ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑی محبت تھی آپ مرید رسول ﷺ نہیں مراد رسولؐ بھی تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی آپ سے حد درجہ محبت کرتے تھے آپ کو حضور ﷺ کے خلاف ایک حرف سننا گوارا نہ تھا اور جہاں آپ کو پتہ چلتا آپ کی تلوار بے نیام ہو جاتی تھی آپ حق و باطل کے درمیان ایک خط فاصل تھے جس طرح صدیق بہت ہوئے مگر صدیق اکبر صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نام رہا امت میں فاروق اور بھی ہوئے مگر فاروق اعظم کا تاج حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سر ہی سجا ہے۔

○......حضور ﷺ سفر آخرت پر چلے تو امت کی قیادت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آئی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کا شرف سب سے پہلے جس نے پایا وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے اس نازک موقع پر آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بھرپور ساتھ دیا اور اس وقت اسلام کے خلاف جتنے محاذ کھولے گئے تھے آپ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ان سب کا ڈٹ کر مقابلہ کیا یہاں تک کہ یہ سب فتنے ختم ہوئے آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہر مرحلہ پر مشیر رہے آپ ایمان اخلاص کے اس اونچے مقام پر تھے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنا جانشین بنانے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہ کی اور صاف فرمایا کہ میں اللہ کو کہہ دوں گا کہ میں نے تمام لوگوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہر لحاظ سے بہتر اور افضل پایا اس لیے میں نے ان کو جانشین بنایا ہے پھر جب آپ مسند خلافت پر آئے تو دنیا نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں اسلام کو بڑی عزت و عظمت عطا فرمائی آپ نے ہزار سے زیادہ علاقوں میں اسلام کے جھنڈے گاڑے اور اس زمین کو اللہ کی توحید و کبریائی اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی نبوت و رسالت کے نام سے آشنا کیا آپ نے عراق شام مصر اور ایران کی بڑی بڑی سلطنتوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا اور کوئی طاقت ایسی باقی نہ رہی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قدم روک سکے بیت المقدس کے عیسائیوں نے آپ کا حلیہ مبارکہ دیکھ کر پورا شہر آپ کے حوالہ کر دیا اور آپ فاتح بیت المقدس کہلائے۔

○......حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روحانیت بہت صاف اور روشن تھی آپ زہد و تقویٰ کے پیکر تھے اور فکر آخرت اور خشیت الٰہی سے آپ کا قلب بھرا ہوا تھا آپ روحانیت کے اس اونچے مقام پر تھے کہ اللہ نے آپ کے لیے درمیان کے زمینی حجاب تک اٹھا دیا تھا اور آپ ہزاروں میل دور ساریہ کو آواز دیں

تو وہ آواز سن کر اس رخ پر آجاتے اور دریائے نیل کے نام ایک خط لکھیں تو وہ ایسی تیزی کے ساتھ چلے کہ اب تک خشک نہ ہو پائے اس سب بلندیوں کے باوجود آپ حد درجہ متواضع تھے عبدیت اور بندگی آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی آپ خوف ومشیت والی آیات سنتے تو لرز کر رہ جاتے اور کئی دنوں تک بیمار رہتے ہزار ہا میل کے علاقوں پر سلطنت کرنے کے باوجود آپ کے بدن پر پیوند لگا کرتا ہوتا تھا اور لوگ آپ کو مسلمانوں کی دن رات خدمت کرتے اور ان کی مدد کرتے دیکھتے تھے۔

○..... اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عجیب وغریب کمالات سے نوازا تھا قرآن کریم اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی گواہی دی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ اس بات کا عقیدہ رکھتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ اہل بیت نے بھی کھل کر اس عقیدہ کی تائید وحمایت کی ہے۔

○..... اس امت میں سب سے اونچا مقام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بلافصل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے اسے ملاحظہ کیجیے آپ نے فرمایا:

ما طلعت الشمس علی رجل خیر من عمر۔ (مستدرک حاکم ج۳، ص۹۶)

''آفتاب نے عمر سے بہتر کسی شخص پر طلوع نہیں کیا۔''

یہ صرف آپ کے پیشرو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی گواہی نہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر تمام اصحاب رسول اور تابعین بھی اسی عقیدے کا اظہار واعلان کرتے رہے اور علمائے امت نے اسے اہل سنت والجماعت کے عقائد میں جگہ دی ہے حضرت امام ابوحنیفہ کا بیان دیکھئے جو آپ نے اسلامی عقائد کے ذیل میں دیا ہے آپ لکھتے ہیں:

افضل الناس بعد النبیین علیہم الصلاۃ والسلام ابوبکر الصدیق ثم عمر بن الخطاب۔ (شرح الفقہ الاکبر، ص ۹۸)

حضرت امام ابوحنیفہ کے اس بیان سے کسی نے بھی اختلاف نہیں کیا حضرت امام مالک حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سب نے اس عقیدہ کی تائید کی اور ائمہ کرام اپنے اپنے دور میں اس عقیدے کی مزید وضاحت کرتے پائے گئے۔

اہل سنت والجماعت کے اس بیان سے متقدمین شیعہ کو بھی اختلاف کرنے کی جرأت نہیں ہوئی

اور ان کا موقف بھی یہی رہا کہ وہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر کسی کو فضیلت نہیں دیتے تھے علامہ حافظ ابن تیمیہؒ (۷۲۸ھ) نے جب شیعہ عالم علامہ مطہر حلی کو اس کے ثبوت مہیا کیے تو علامہ حلی اس کا انکار نہ کر سکے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس عقیدہ کے بارے میں پہلے دور میں کبھی کوئی اختلافی آواز نہیں سنی گئی تھی اور سب کے سب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی علی الترتیب افضلیت اور تقدیم کے قائل تھے اس کی تفصیل راقم کی کتاب سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے مقدمہ میں ملاحظہ فرمایئے:

ہم یہاں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قرآن کریم اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے کامل الایمان ہونے اور مختلف حوالوں سے ان کے جنتی ہونے کی شہادت دی ہے اور انہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد باقی ساری امت سے افضل بتایا ہے جو لوگ قرآن و حدیث کا علم نہیں رکھتے انہوں نے حج و عمرہ کے موقع پر اتنا تو ضرور دیکھا ہوگا کہ حجرہ مبارکہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلا فصل ساتھی ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا روضہ ہے یہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کی ایک ایسی تکوینی شہادت ہے جس کا مشاہدہ وہ بھی کرتے ہیں جو اپنے دلوں میں ان بزرگوں کے بارے میں بوجھ لیے ہوئے ہیں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی حیات مبارک میں بھی ان دونوں کو اسی طرح کا قرب حاصل تھا۔"

مگر افسوس صد افسوس کہ ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے ان عقائد و بیانات کو درخود اعتناء نہیں سمجھتا اور بڑی ڈھٹائی سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دوسرے ائمہ اہل بیت کے نام پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان و اخلاق پر نہایت ہی لچر اور بے ہودہ اعتراضات کر کے اپنے ہی ایمان و اخلاق کو داؤ پر لگاتا ہے یہ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قرآن و حدیث کی نگاہ سے دیکھنے کے بجائے ان مؤرخین اور طاعنین کی نظر سے دیکھتے ہیں جن کا کام حقائق کو مسخ کرنا اور مسلمانوں میں تفرقہ بازی پیدا کرنا ہے یہ گروہ اپنے مذموم مقاصد کے لیے غلط اور جھوٹے واقعات اور بیانات سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بدنام کرتے ہیں اور جب تک ان کی زبان اور ان کا قلم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایمان سے تہی دامن نہ کہہ لے وہاں تک ان کو چین نہیں ملتا۔

روشن ستارے

# فضائل حضرت سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ

رسول اللہ ﷺ کے دوسرے نواسے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ و حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کے چھوٹے صاحبزادے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت شعبان ۴ھ میں ہوئی، آپ ﷺ نے ہی ان کا نام حسین رکھا، ان کو شہد چٹایا، ان کے منہ میں اپنی زبان مبارک داخل کر کے لعاب مبارک عطا فرمایا اور ان کا عقیقہ کرنے اور بالوں کے ہم وزن چاندی صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان کے عقیقہ کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کی۔ اپنے بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرح حضرت حسین بھی رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اور آپ ﷺ کو ان سے بھی غیر معمولی محبت اور تعلق تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوئی تو ان کی عمر صرف چھ یا سات سال تھی، لیکن یہ چھ سات سال آپ کی صحبت اور شفقت و محبت میں گزرے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خاص لطف و کرم اور محبت کا برتاؤ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری زمانہ خلافت میں آپ نے جہاد میں شرکت شروع کی ہے اور پھر بہت سے معرکوں میں شریک رہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب باغیوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں بیٹوں حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ کو ان کے گھر کی حفاظت کے لیے مقرر کر دیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کر کے خلافت سے دستبرداری کے ارادہ کا اظہار کیا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے بھائی کی رائے سے اختلاف کیا لیکن بڑے بھائی کے احترام میں ان کے فیصلہ کو تسلیم کر لیا۔ البتہ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کی خلافت کی بیعت لی تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس کو کسی طرح برداشت نہ کر سکے اور یزید کے خلیفہ بن جانے کے بعد اپنے بہت سے مخلصین کی رائے و مشورہ کو نظر انداز کر کے جہاد کے ارادہ سے مدینہ طیبہ سے کوفہ کے لیے تشریف لے چلے ابھی مقام کربلا ہی تک پہنچے تھے کہ واقعہ کربلا کا پیش آیا اور آپ وہاں شہید کر دیئے گئے۔ رضی اللہ عنہ، وارضاہ۔ تاریخ وفات ۱۰ محرم ۶۱ھ ہے

اس وقت عمر شریف تقریباً ۵۵ سال تھی۔

جیسا کہ پہلے بھی حضرت فاطمہ زہراؓ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نسل حضرت فاطمہؓ ہی سے چلی ہے اور ان کی اولاد میں حضرات حسنینؓ اور ان کی دو بہنیں حضرت زینب اور حضرت ام کلثومؓ ہی آپ ﷺ کی بقاء نسل کا ذریعہ بنے ہیں۔

## حضرات حسنین رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور آپ کے صحابی ہونے کا شرف کیا کم ہے پھر آپ ﷺ کو حضرات حسنینؓ سے بہت محبت بھی تھی۔ شفقت و محبت کا یہ عالم تھا کہ یہ دونوں بھائی بچپن میں حالت نماز میں آپ کی کمر مبارک پر چڑھ جاتے کبھی دونوں ٹانگوں کے بیچ میں سے گزرتے رہتے اور آپ نماز میں بھی ان کا خیال کرتے۔ جب تک وہ کمر پر چڑھے رہتے آپ سجدہ سے سر نہ اٹھاتے۔ آپ اکثر انہیں گود میں لیتے، کبھی کندھے پر سوار کرتے، ان کا بوسہ لیتے انہیں سونگتے اور فرماتے انکم لمن ریحان اللہ تم اللہ کی عطا کردہ خوشبو ہو۔ ایسے ہی ایک موقعہ پر حضرت اقرع ابن حابسؓ نے عرض کر دیا اے اللہ کے رسول ﷺ میرے تو دس بیٹے ہیں لیکن میں نے آج تک کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ آپ نے فرمایا: انه من لا یرحم لا یرحم جو رحم نہیں کرتا اس پر بھی من جانب اللہ رحم نہیں کیا جاتا۔ حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے تذکرہ میں گزر چکا ہے۔ آیت تطہیر کے نزول کے بعد آپ نے حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ کو اپنی روائے مبارک میں داخل فرما کر اللہ سے عرض کیا: **اللھم ھولاء اھل بیتی فاذھب عنھم الرجس وطھرھم تطھیرا۔** اے اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے گندگی کو دور فرما دیجیے اور پاک وصاف کر دیجیے۔

صحیح بخاری میں حضرت عدی بن ثابتؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت حسنؓ کو اپنے کندھے پر سوار کیے ہوئے تھے اور یوں دعا کر رہے تھے: **اللھم ابنی احبه، فاحبه،** اے اللہ یہ مجھے محبوب ہے آپ بھی اسے اپنا محبوب بنا لیجیے۔

امام بخاری نے ہی حضرات حسنینؓ کے مناقب میں حضرت ابن عمرؓ کا قول نقل کیا ہے کہ ان سے کسی عراقی نے مسئلہ دریافت کیا کہ محرم اگر مکھی مار دے تو کیا کفارہ ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے بڑی ناگواری سے جواب دیا کہ اہل عراق مکھی کے قتل کا مسئلہ پوچھنے آتے ہیں اور نواسۂ

ان دونوں حضرات کے ساتھ بہت ہی لطف و کرم کا رہا، ابھی حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے تذکرہ میں گزرا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو گود میں اٹھا لیا تھا بلکہ بعض روایات میں تو کندھے پر بٹھانے کا ذکر ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں دونوں بھائیوں کا وظیفہ اہل بدر کے وظائف کے بقدر پانچ پانچ ہزار درہم مقرر کیا اور اس کی وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت بیان کی۔ حالانکہ یہ دونوں حضرات ان کے دور خلافت کے آخر میں بھی بالکل نوجوان ہی تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کا واقعہ ہے کہ وہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے کہا، میرے باپ (نانا جان) کے منبر سے اترو اور اپنے والد کے منبر پر جا کر خطبہ دو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے باپ کا تو کوئی بھی منبر نہیں ہے یہ کہا اور ان کو اپنے پاس منبر پر بٹھا لیا اور بہت اکرام اور لطف و محبت کا معاملہ کیا۔ انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں یمن سے کچھ حلے (چادروں کے جوڑے) آئے، آپ نے وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لڑکوں میں تقسیم کر دیئے اور حضرات حسین رضی اللہ عنہما کے لیے ان سے بہتر حلے منگوائے اور ان دونوں بھائیوں کو دیئے اور فرمایا اب میرا دل خوش ہوا ہے۔

یہ دونوں بھائی اگرچہ کثیر الروایت نہیں لیکن پھر بھی براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والدین سے احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرتے ہیں۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ دونوں بھائی بہت ہی عبادت گزار تھے، دونوں نے بار بار مدینہ سے مکہ تک پیدل سفر کر کے حج کیے ہیں۔ اللہ کے راستہ میں کثرت سے مال خرچ کرتے تھے۔ جود و سخاوت، ماں باپ اور نانا جان سے وراثت میں ملی تھی۔ رضی اللہ عنہما وارضاہما۔

## حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ

① جو شخص جھگڑا چھوڑ دے گو حق ہی پر ہو اس کے واسطے مضافات جنت ہے۔

② جو جھوٹ کہنا چھوڑ دے خواہ بطور ظرافت ہی ہو اس کے لیے جنت کا وسط ہے۔

③ اور جو خوش خلق ہو اس کے لیے جنت کے اعلیٰ درجے میں ایک گھر کا میں ضامن ہوں۔

اور اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک آقائے نامدار حضور ﷺ کے ہمدرد اور غمگسار رہے۔ حضرت جمانہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد حضور ﷺ کی پرورش و خدمت اور محبت میں اپنے شوہر کا ساتھ دیتی رہیں۔ ان کی پرورش و خدمت کی گواہی خود حضور ﷺ نے دی۔ جب حضور ﷺ نے دعوتِ حق کا آغاز کیا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد نے اس دعوت پر اسلام قبول کیا۔

حضرت جمانہ رضی اللہ عنہا کے بہن بھائیوں سے حضور ﷺ بہت پیار کرتے تھے۔ حبشہ سے جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ طیار خیبر کے مقام پر پہنچے تو انہیں دیکھ کر آقائے نامدار حضور ﷺ نے فرمایا تھا: ''میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے خیبر کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر رضی اللہ عنہ کے آنے کی۔''

**حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا:** حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا بنت ابو طالب کے نام کے بارے میں اختلاف ہے۔ آپ کا نام ہند فاختہ اور فاطمہ کہا جاتا ہے مگر آپ اپنی کنیت، ام ہانی سے مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت اسد ہے اور آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ، طالب، عقیل رضی اللہ عنہ اور جمانہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے قبول اسلام کے بارے میں بعض کہتے ہیں آپ فتح مکہ کے موقع پر ایمان لائیں اور بعض کے مطابق انہوں نے اپنا اسلام چھپایا ہوا تھا ویسے قدیم الاسلام تھیں، بہرحال انہوں نے اسلام قبول کیا۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا حضور ﷺ سے بہت محبت اور عقیدت رکھتی تھیں۔ ایک بار حضور ﷺ ان کے گھر تشریف لائے، شربت نوش فرمایا اور اس کے بعد آپ کو دے دیا۔ آپ اس وقت روزے سے تھیں مگر واپس کرنا پسند نہ کیا اور پی لیا۔ پینے کے بعد عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ میں روزے سے ہوں مگر میں نے آپ ﷺ کا چھوڑا ہوا شربت پی لیا ہے۔'' آقائے نامدار حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر روزہ رمضان کی قضا ہے تو کسی دوسرے دن رکھ لینا اور اگر محض نفل ہے تو تمہیں اس کی قضا کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے۔''

حضور ﷺ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کا بہت لحاظ اور خیال رکھا کرتے تھے۔ ایک بار فتح مکہ کے موقع پر حارث بن ہشام مخزومی اور زہیر بن امیہ مخزومی نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر پناہ حاصل کی۔ یہ دونوں حضرات واجب القتل تھے۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی کہ یہ دونوں حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر پناہ گزیں ہیں تو فوراً وہاں پہنچے اور ان دونوں کو قتل کرنا چاہا۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی سے کہا: ''انہوں نے میرے ہاں پناہ لی ہے، اس لیے میں ان کو ہرگز قتل نہیں ہونے دوں گی۔'' وہ پھر دونوں کو لے کر آقائے نامدار حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: ''یا

رسول اللہ ﷺ میں نے ان دونوں کو پناہ دی ہے مگر حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔‘‘
حضور ﷺ نے فرمایا: ’’جس کو تم نے پناہ یا امان دی اس کو ہم نے بھی دی۔‘‘ اس واقعہ کے بعد حارث بن ہشامؓ اور زہیر بن امیہؓ دونوں نے اسلام قبول کرلیا۔

واقعہ معراج کے موقع پر جب حضرت جبرئیل حضور ﷺ کو لینے آئے تو اس وقت حضور ﷺ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سو رہے تھے۔ پیر کا دن تھا۔ حضرت جبریل علیہ السلام براق لے کر خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور اکرم ﷺ کو اس پر سوار کروا کے پہلے بیت المقدس پھر آسمانوں پر لے گئے۔ آپ ﷺ نے وہاں کے عجائب وغرائب ملاحظہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہوئے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ جب معراج کا واقعہ حضور ﷺ نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کو سنایا تو انہوں نے بڑھ کر حضور اکرم ﷺ کی چادر تھام لی اور عرض کیا: ’’آپ ﷺ یہ بات قریش کے سامنے نہ کریں کیونکہ وہ آپ کی تکذیب کریں گے۔‘‘ مگر حضور اکرم ﷺ نے چادر چھڑائی اور باہر چلے گئے۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے فوراً اپنی کنیز سے کہا ’’تیرا بھلا ہو! آقائے نامدار حضور ﷺ کے پیچھے جا اور غور سے سن کہ آپ ﷺ لوگوں سے کیا فرما رہے ہیں۔‘‘

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا نے حضورِ اکرم ﷺ سے ۴۶ حدیثیں روایت کیں جو صحاح ستہ و دیگر کتب احادیث میں مذکور ہیں۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا حضور ﷺ سے اکثر مسائل دریافت کیا کرتی تھیں جس سے ان کی فقہ دانی کا پتہ چلتا ہے۔ ایک بار انہوں نے عرض کیا ’’اب میں بوڑھی ہوگئی ہوں اور چلنے پھرنے سے ضعف معلوم ہوتا ہے، اس لیے کوئی ایسا عمل بتائیں جسے میں بیٹھے بیٹھے انجام دے سکوں۔‘‘ حضور ﷺ نے فرمایا: ’’سبحان اللہ، الحمد اللہ، اللہ اکبر اور لا الٰہ الا اللہ ایک ایک سو بار پڑھ لیا کرو۔‘‘

عبدالرحمٰن بن ابو لیلیٰ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور آدمی کو نہیں دیکھا جس نے حضور اکرم ﷺ کو چاشت کے وقت نماز پڑھتے دیکھا ہو۔ ان سے مروی ہے کہ فتح مکہ کے دن حضور ﷺ حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے، غسل فرمایا اور آٹھ رکعت نماز ادا کی اور ام ہانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ’’میں نے کبھی حضور ﷺ کو اس طرح جلدی نماز پڑھتے نہیں دیکھا، البتہ رکوع، سجود باقاعدہ ادا فرمائے۔‘‘

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کثیر الاولاد تھیں۔ ان کے بیٹوں میں عمرو، ہانی، یوسف اور جعدہ مشہور ہیں۔ مولانا سعید انصاری لکھتے ہیں کہ ترمذی کی روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد مدت تک آپ زندہ ہیں اور تہذیب میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں انتقال کیا۔

بچوں کا صفحہ

# حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

**سوال**: حضور ﷺ نے ہجرت کے لیے دو اونٹنیاں کس سے خریدی تھیں؟

**جواب**: حضرت ابوبکر صدیقؓ سے آپؓ نے اسی مقصد کے لیے پالی تھیں۔ لیکن آپ ﷺ نے ان کی قیمت ادا کی۔

**سوال**: مکہ سے غار ثور تک کا سفر کیسے طے ہوا، اس دوران حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی کیسے حفاظت کی؟

**جواب**: مکہ سے غار ثور تک کا سفر پیدل طے ہوا۔ آپؓ دشمنوں کے ڈر سے کبھی حضورؐ کے آگے چلتے کبھی پیچھے۔

**سوال**: مکہ سے غار ثور کتنے میل کے فاصلے پر ہے اور وہاں آپؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کتنے دن قیام فرمایا؟

**جواب**: غار ثور مکہ سے ۴، ۵ میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں تین دن قیام فرمایا۔

**سوال**: جب آپؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ نے غار ثور میں قیام فرمایا تو ان کے کھانے پینے کا انتظام کیسے ہوا؟

**جواب**: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر اور حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ رات کو کھانا دے جاتے۔ دن کے وقت حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بکریوں کا ریوڑ لا کر دودھ دے جاتے۔

**سوال**: بتایئے ثانی اثنین اور صاحب رسول ﷺ کس صحابی رضی اللہ عنہ کے القاب ہیں؟

**جواب**: حضرت ابوبکر صدیقؓ کے یہ القاب اللہ تعالیٰ نے آپ کو سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۴۰، پارہ نمبر ۱۰ میں دیئے ہیں۔

**سوال**: غار ثور میں اور مدینے کے راستے [illegible] حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پکڑے جانے کا خوف محسوس کیا تو حضور ﷺ نے کیا ارشاد فرمایا؟ اور پھر وحی [illegible] ہوئی؟

**جواب**: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "[illegible] موش [illegible] ہم دو ہیں جن کا تیسرا اللہ ہے" پھر اللہ نے وحی نازل فرما دی: "لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ[illegible] اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ (التوبہ:۴۰)

**سوال**: راستے میں کن دو مشرکین نے [illegible] ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پکڑنے کی کوشش کی؟

**جواب**: سراقہ بن مالک جعشم اور برید[illegible]۔ بعد میں یہ دونوں مسلمان ہو گئے تھے۔

**سوال**: مسجد نبوی ﷺ کی جگہ کس صحابی [illegible] خریدی تھی؟

**جواب**: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے۔

**سوال**: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے صدیق کا لقب کب پایا؟

**جواب**: واقعہ معراج کی تصدیق کرنے کے بعد۔

**سوال**: حضور ﷺ کے رفیق غار کون تھے؟

**جواب**: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

**سوال**: حضور ﷺ نے مدینہ ہجرت کے بعد انصار اور مہاجرین میں بھائی چارا قائم فرمایا تو کس صحابی کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بھائی بنایا۔

**جواب**: حضرت زید بن خارجہ رضی اللہ عنہ بن ابی زہیر انصاری کو۔

فیوضاتِ مظہرؒ

# مسلک اہل سنت اور فسق یزید

افادات: قائد اہل سنت وکیلِ صحابہؓ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

## صحابہ کرامؓ کے متبع سنی مسلمان ہیں نہ کہ یزیدی

عباسی صاحب لکھتے ہیں: علاوہ ازیں ہمیں تو ان اصحاب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا موقف دیکھنا چاہیے جن سے ہمیں دین پہنچا ہے ان کے موقف کے خلاف بعد کا کوئی شخص اگر اپنا کوئی خیال ظاہر کرے تو اس کی کچھ قیمت نہیں۔ (حقیقت خلافت وملوکیت، ص ۳۹۱)

## الجواب

بیشک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موقف کے خلاف بعد کے کسی شخص کے خیال کی کوئی قیمت نہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ یزید اور حجاج کے بارے میں صحابہ کرامؓ کا موقف کیا تھا؟ اور ان کے موقف کے متبع مسلمانان اہل سنت والجماعت ہیں یا دور حاضر کے حامیانِ یزید؟ اور یزید کے اہم واقعات کا تجزیہ حسب ذیل ہے۔

## سانحہ کربلا

(۱) دور یزید کا پہلا سانحہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے اعزہ کی شہادت ہے جس کا وقوع ۱۰ محرم ۶۱ ھ کو ہوا باوجود اس کے کہ حضرت حسینؓ نے یزیدی گورنر عبیداللہ بن زیاد کے سامنے تین شرطیں پیش کردی تھیں لیکن اس نے آپ کی کوئی شرط قبول نہ کی اور آخر کار یزیدی لشکر کے ذریعہ آپ کو اور آپ کے رفقائے کرام کو شہید کردیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)۔ یہ جنگ صحابہ کرامؓ کے مابین نہ تھی۔ بلکہ ایک طرف جنت کے جوانوں کے سردار حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے متبعین تھے اور دوسری طرف کوفی اور یزیدی لشکر۔ اور کوئی ایک صحابی بھی حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں شریک جنگ نہیں ہوا۔ تمام اہل سنت والجماعت اس جنگ کربلا میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو برحق اور شہید

مانتے ہیں اور ابن زیاد اور یزید کو باطل پر۔ لیکن عباسی صاحب اور ان کے متبعین اس کے برعکس یزید اور ابن زیاد کو اسلام کا ہیرو قرار دیتے ہیں اور حضرت حسینؓ کے خلوص نیت کو بھی مجروح کرتے ہیں اور یہ بھی نا قابل انکار حقیقت ہے کہ کوفہ کا گورنر ابن زیاد تھا۔ اور کوفیوں نے ہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا، تو جو لوگ یزید کی حمایت اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی اس بارے میں کسی درجہ میں بھی مذمت کرتے ہیں وہ کوفیوں کے مقاصد کی تکمیل کرتے ہیں۔ تو فرمایئے حضرت حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ صحابہ کا متبع کون ہے سنی یا یزیدی؟

## جنگ حرہ

(۲) کربلا کے بعد جنگ حرہ ۶۳ھ میں واقع ہوئی ہے جس میں ایک طرف حضرت عبداللہ بن حنظلہ، حضرت عبداللہ بن مطیع، حضرت معقل بن سنان، محمد بن حزم انصاری اور بشیر بن ابی زید (طبقات ابن سعد جلد ۷، ص ۴۹) وغیرہ صحابہ کرامؓ تھے۔ اور دوسری طرف مسلم بن عقبہ کی قیادت میں یزیدی لشکر جس میں ایک بھی صحابی نہیں تھا جس نے اہل مدینہ کے مقابلہ میں جنگ کی ہو۔ اور حضرت انس صحابی اور حضرت زید بن ارقمؓ صحابی بھی حرہ کے شہداء کے لیے رنجیدہ ہوئے تھے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے بھی جنگ میں حصہ نہیں لیا۔ تو فرمایئے کہ صحابہ کرام کا متبع کون ہے۔ سنی یا یزیدی؟

## محاصرہ مکہ

(۳) حرہ کے بعد یزیدی لشکر کے ایک کمانڈر حصین بن نمیر نے مکہ مکرمہ پر لشکر کشی کر کے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ صحابی کا محاصرہ کیا۔ پھر یزید کی موت کی اطلاع کے بعد یزیدی لشکر واپس چلا آیا۔ بلکہ حصین بن نمیر نے حضرت عبداللہ بن الزبیرؓ کی بیعت خلافت پر آمادگی ظاہر کی۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ صحابی اور حضرت ضحاک بن قیسؓ صحابی نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت کی تحریک کی۔ بلکہ جناب مروان بھی حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ پھر ۷۳ھ میں عبدالمالک بن مروان کے دور حکومت میں حجاج ظالم نے مکہ مکرمہ پر لشکر کشی کی اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کو حرم مکہ میں شہید کر دیا۔ تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔ کسی

صحابی نے حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ پر فوج کشی نہیں کی نہ ہی کسی صحابی نے آپ کو قتل کیا ہے۔ اس قتل و قتال کے مرتکب یزیدی اور حجاجی لشکر تھے لیکن باوجود اس کے عباسی صاحب اور ان کے پیروکار یزید اور حجاج کی حمایت اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ صحابی اور آپ کے پیروکاروں کی مخالفت اور مذمت کرتے ہیں حالانکہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر کے فضائل بیان فرمائے۔ اور وہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے کیوں نہ خیر خواہ ہوتے جبکہ ان کو حضور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش رحمت اور دعائے برکت نصیب ہوئی تھی۔ اور برعکس اس کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حرم میں قتال کرنے پر نکیر فرمائی۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے حجاج کو کذاب قرار دیا۔ لیکن باوجود اس کے عباسی اور ان کی پارٹی یزید و حجاج کے حامی ہیں اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کو مطعون کرتے ہیں۔ تو فرمایئے صحابہ کرام کے متبع کون ہیں سنی یا یزیدی؟

یزید، مسلم بن عقبہ اور حجاج نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کو ملحد اور فاسق قرار دیا۔ لیکن اس کے باوجود عباسی صاحب نے یزید، مسلم بن عقبہ اور حجاج کی تائید کی اور حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کو طعن و تنقید کا نشانہ بنایا حالانکہ کوئی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی فاسق نہیں ہے۔ تو فرمایئے صحابہ کرام کے محبّ اور پیروکار سنی ہیں یا یزیدی۔

حضرت ابوشریح صحابی رضی اللہ عنہ نے یزیدی گورنر عمرو بن سعید کو حرم شریف میں قتال سے روکنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پیش کیا۔ لیکن بجائے قبول کرنے کے عمرو بن سعید نے گستاخانہ جواب دیا کہ ''میں تم سے زیادہ جانتا ہوں'' عباسی صاحب بجائے اس کے کہ ایک جلیل القدر صحابی کے موقف کی تائید کرتے، ان کے مقابلہ میں عمرو بن سعید کی حمایت کی۔ تو فرمایئے صحابہ کرام کا متبع ہے سنی یا یزیدی؟

عباسی صاحب نے چار یزیدی کمانڈروں کو صحابی قرار دیا، حالانکہ وہ صحابی نہیں ہیں اور مدینہ منورہ کے جو صحابہ یزیدی لشکر کے مقابلہ میں تھے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ، حضرت عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ، حضرت معقل بن یسارؓ وغیرہ ان کا صحابی ہونا ظاہر نہیں کیا بلکہ ان کو باغی اور فسادی قرار دیا۔ تو فرمایئے۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع کون ہیں۔ سنی یا یزیدی؟

تماشا خود نہ بن جانا تماشا دیکھنے والو

(وما علینا الا البلاغ)

## حامیان یزید کو چیلنج

ہم پاک و ہند کے تمام حامیان یزید کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کربلا، حرہ اور محاصرہ مکہ کے واقعات ہائلہ کے بعد کسی ایک صحابی سے بھی ثابت کردیں کہ انہوں نے یزید کو صالح اور عادل قرار دیا ہے۔ **ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین؟**

## بحث فسق یزید کا خلاصہ

مولانا محمد اسحٰق صاحب سندیلوی اور مؤلف خلافت معاویہ و یزید و تحقیق مزید محمود احمد صاحب عباسی نے یزید کے صالح و عادل اور زاہد و متقی ہونے پر جو دلائل قائم کئے تھے کتاب [1] ہذا کی تفصیلات میں اپنے اپنے موقع پر ان سب کا ابطال کر دیا گیا ہے۔

(۱) یزید کا شخصی کردار کیا تھا۔ خود عباسی صاحب کی کتابوں سے ثابت کیا گیا ہے۔ وہ شکار کھیلتا تھا اور زبردست شکاری تھا۔ نہ صرف شکاری کتوں بلکہ سدھائے ہوئے شکاری چیتوں کو بھی اپنے پاس رکھتا تھا۔ وہ موسیقی کا دلدادہ تھا۔ وہ اپنے حرم میں مغنیات (گانے بجانے والی عورتیں) بھی رکھتا تھا۔ چنانچہ ایک مغنیہ سلامہ کا قصہ خود عباسی صاحب نے لکھا ہے۔ احوص اور اس کا ناجائز تعلق تھا۔ شاہی محل کے ایک کمرہ میں ان دونوں کو اکٹھا رکھا گیا۔ اور خلیفہ یزید صبح تک ساری رات ان کو دیکھتا اور ان کی باتیں سنتا رہا۔ لیکن ان کو اس کا علم نہ تھا، اس نے صبح کو بجائے سزا دینے کے ان دونوں کو انعام و کرام سے نوازا اور سلامہ کو احوص کے ساتھ بھیج دیا۔

(۲) دور یزید میں کربلا کا سانحہ پیش آیا جس میں بتاریخ ۱۰ ارمحرم ۶۱ھ نواسہ رسول جوانان جنت کے سردار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مع اپنے رفقاء کے شہید کر دیئے گئے۔

(۳) ۶۳ھ میں اہل مدینہ کا ایک وفد حضرت عبداللہ بن حنظلہؓ کی قیادت میں تحقیق حال کے لیے دمشق گیا۔ وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ یزید کا کردار خراب ہے، شراب پیتا ہے اور نماز کا بھی پابند نہیں۔ واپس آ کر انہوں نے یزید کی بیعت توڑنے کا اعلان کر دیا۔ جس کے نتیجہ میں واقعہ حرہ پیش آیا جس میں یزید کے حکم سے مسلم بن عقبہ کی قیادت میں اہل مدینہ پر مظالم توڑے گئے۔ سینکڑوں صحابہ و

---

[1] ''خارجی فتنہ'' حصہ دوم، مؤلفہ حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نوراللہ مرقدہ

دونوں جلیل القدر صحابیوں نے بھی بیان فرمائے ہیں۔ کوئی سنی مسلمان یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے محض حصولِ اقتدار کے لیے یزید وغیرہ کی مخالفت کی تھی۔ پھر ان صحابہ کرامؓ کے مقابلہ میں یزید اور اس کے کمانڈر مسلم بن عقبہ وغیرہ تھے جو صحابی نہیں ہیں۔ اگر حمایت یزید میں جنگ کرنے والے صحابہ کرامؓ ہوتے تو پھر یہ مسئلہ اجتہادی نوعیت کا تھا۔ لیکن حرہ اور مکہ بلکہ کربلا کی جنگیں صحابہ کے دو گروہوں میں نہیں بلکہ صحابہ اور غیر صحابہ کے مابین لڑی گئیں ہیں۔ لہٰذا صحابہ کرامؓ کے موقف کو حق قرار دیا جائے گا، اور یزید وغیرہ کے موقف کو باطل اور پھر جب اصحاب مدینہ یزید کو فاسق قرار دے کر یہ جنگیں کر رہے ہیں۔ تو یقیناً یہ پہلو متعین ہوگیا کہ یزید فاسق تھا۔ اور اس کا فسق اتنا مشہور اور متفق علیہ ہے کہ کربلا، حرہ اور محاصرہ مکہ کے بعد کسی ایک صحابی سے بھی اس بات کا ثبوت نہیں ملتا کہ انھوں نے یزید کو واضح طور پر صالح و عادل کہا ہو؟ بلکہ کتب فن، رجال میں سے بھی کسی ایک امام فن کا یہ قول نہیں ملتا کہ یزید صالح اور عادل تھا؟ اسی بنا پر صدیوں سے اہل سنت والجماعت کا یہ متفق علیہ مسلک چلا آ رہا ہے کہ یزید فاسق تھا اور گو بعض حضرات نے اس کی تکفیر بھی کی ہے اور کئی اکابر امت نے اس پر لعنت کو بھی جائز قرار دیا ہے لیکن محتاط مسلک یہی ہے کہ لعن و تکفیر سے اجتناب کیا جائے۔ مگر اس کے فسق میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں ہے۔

## حدیث مغفور لھم کی بحث

حامیان یزید عموماً بخاری شریف کی یہ حدیث یزید کے فاسق ہونے کی نفی میں پیش کیا کرتے ہیں: **قال النبی ﷺ اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفورٌ لھم** (بخاری کتاب الجھاد) نبی ﷺ نے فرمایا: میری امت کا پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (یعنی قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گا ان کے لیے مغفرت ہے۔

فاضل سندیلوی صاحب بھی اپنے مکتوب محررہ ۲۲ / جمادی الاولیٰ ۱۳۹۵ھ بنام مولانا غلام یحییٰ مرحوم میں لکھتے ہیں۔ پھر یہ کہ حدیث نبوی (بخاری شریف) جس میں قسطنطنیہ پر حملہ کرنے والے پہلے لشکر کو **مغفورٌ لھم** کی بشارت دی گئی ہے اس کے سپہ سالار امیر یزید ہی تھے جبکہ خود بخاری شریف نیز تاریخ ابن خلدون وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے۔ ان کی جو تاویلیں کی گئی ہیں وہ تار عنکبوت کے برابر بھی قوت نہیں رکھتیں۔

الجواب: زیر بحث مسئلہ تو یہ ہے کہ یزید فاسق تھا یا نہیں اور اس حدیث سے یہ کیونکر لازم آ گیا کہ یزید فاسق نہیں تھا کیا سندیلوی صاحب اتنا نہیں جانتے کہ فسق اور مغفرت دونوں جمع ہو سکتے ہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص اپنی زندگی میں کسی درجے میں فاسق تھا تو گو اس کو جہنم کی سزا ہو بھی جائے مگر آخر میں اس کی مغفرت ہو کر جنت نصیب ہوگی۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾

اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لیے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے (ترجمہ حضرت تھانویؒ)۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں قرآن و حدیث و اجماع سے یہ مسئلہ ضروریات شرع سے ہے کہ شرک اور کفر دونوں غیر مغفور ہیں۔

(۲) حدیث کی مراد یہ ہے کہ جہاد قسطنطنیہ میں شریک ہونے والوں کے اس وقت تو گناہ بخش دیئے گئے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ آئندہ بھی گناہ نہیں کریں گے؟ بلکہ اس کے بعد ان سے فسق و فجور اور گناہوں کا صدور ہو سکتا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ازالۃ الخفاء بحوالہ ابوداؤد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث نقل کی ہے:

ان رسول الله ﷺ قال من اكل طعاماً ثم قال الحمد لله الذی اَطعمنی هذا الطعام ورزقنيه من غير حول منی ولا قوة غفرله ما تقدم من ذنبه ومن لبس ثوبا فقال الحمد لله الذی كسانی هذا ورزقنيه من غير حولٍ منی ولا قوة غفرله ما تقدم من ذنبه وما تاخر۔

"رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کھانا کھایا پھر کہا الحمد لله الذی الخ یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے کھانا کھلایا اور مجھے عطا کیا بغیر اس کے کہ مجھ میں (اس کے پیدا کرنے کی) کچھ طاقت اور قوت ہو۔ تو جتنے گناہ اس سے سرزد ہوئے وہ سب معاف کر دیئے جائیں گے۔ اور جس نے کپڑا پہنا پھر کہا الحمد لله الذی الخ یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ پہنایا اور یہ مجھے عطا کیا بغیر اس کے کہ مجھ میں (اس کے پیدا کرنے کی) کچھ طاقت اور قوت ہو۔ تو جتنے گناہ اس کے اگلے یا پچھلے ہوں گے وہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ الخ"

(۳) مشکوٰۃ شریف میں بحوالہ ابوداؤد و ابن ماجہ یہ حدیث مذکور ہے:

عن ام سلمة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من اهل بحجةٍ او عمرة من

المسجد الاقصی الی المسجد الحرام غفرله ما تقدم من ذنبه وما تاخر ووجبت له الجنة۔ (مشکوٰۃ کتاب المناسک فی فریضة الحج)

''حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص حج یا عمرہ کا احرام مسجد اقصیٰ سے مسجد الحرام تک باندھتا ہے اس کے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں اور اس کے لیے جنت واجب ہو جاتی ہے۔''

علامہ علی قاری حنفی محدث اس کی شرح مرقاۃ ج ۵ میں فرماتے ہیں: ''ای من الصغائر'' ان کے صغیرہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

(۴) نیز مشکوٰۃ شریف میں ہے:

وعن ابن عمرؓ قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا لقیت الحاج فسلم علیه وصافحه ومره ان یستغفر لك قبل ان یدخل بیته فانه مغفورٌ له۔ (رواہ احمد)

''اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب تو کسی حاجی سے ملاقات کرے تو اس کو سلام کہو اور اس سے مصافحہ کرو اور اس سے التماس کرو کہ وہ تمہارے لیے بخشش کی دعا کرے اس سے پہلے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو۔ کیونکہ اس کی مغفرت ہوگئی ہے۔''

اب سابق شیخ الحدیث سندیلوی صاحب ہی فرمائیں کہ اگر کوئی شخص کھانا کھاتے یا کپڑا پہنتے ہوئے وہ دعائیں پڑھے جو حدیث نمبر ایک میں مذکور ہیں۔ تو کیا اس کے اگلے پچھلے گناہوں کی مغفرت ہونے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے بعد اس سے گناہ سرزد نہیں ہوگا۔ یا حج کرنے والے کے لیے جو مغفورٌ له فرمایا ہے کیا اس کا یہی مطلب ہے کہ اس کے بعد اس سے فسق و گناہ سرزد نہیں ہو سکتا تو اگر حدیث مذکور میں غفرله کے الفاظ حدیث سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کے بعد اس سے فسق کا صدور نہیں ہوگا۔ تو پھر بخاری کی حدیث مغفورٌ لهم کے الفاظ سے یہ کیونکر لازم آجاتا ہے کہ اس کے بعد اہل لشکر میں سے کوئی بھی گناہ نہیں کرے گا اور یزید اس کے بعد لازماً صالح اور عادل ہی رہے گا؟

(۵) مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار والتوبۃ میں ہے:

عن اُسامة بن زید عن النبی صلی الله علیه وسلم فی قول الله عزوجل فمنهم ظالم لنفسه ومنهم مقتصد ومنهم سابقٌ بالخیرات۔ قال کلهم فی الجنة۔ (رواہ البیهقی فی کتاب

البعث والنشور)

''حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کے متعلق کہ
پھر بعضے تو ان میں اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعضے ان میں متوسط درجے کے ہیں
اور بعضے ان میں خدا کی توفیق سے نیکیوں میں ترقی کیے چلے جاتے ہیں۔''

فرمایا کہ یہ سب جنت میں ہونگے۔ تو اس ارشاد رسالت سے بھی ثابت ہوا کہ ظالم لوگ بھی آخر کار جنت میں ہوں گے''۔ لہٰذا یزید کو مغفرت کا مستحق قرار دیتے ہوئے بھی اگر اس جہان کے اعتبار سے فاسق اور ظالم تسلیم کیا جائے تو اس میں کوئی منافات نہیں ہے۔ یعنی فسق اور مغفرت جمع ہوسکتے ہیں۔

(۶) پارہ ۲۲۔ سورۃ الفاطر رکوع ۴ مذکورہ آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

روی البغوی بسنده عن ابی عثمان النهدی قال سمعت عمر بن الخطاب رضی الله عنه قرأهذا فقال قال رسول الله ﷺ سابقنا سابق ومقتصدنا ناجٍ و ظالمنا مغفور له۔ (تفسیر مظهری)

''بغوی نے اپنی سند کے ساتھ ابوعثمان نہدی سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا۔ آپ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہمارا سابق سابق ہے اور ہمارا متوسط درجے کا نجات پانے والا ہے اور ہمارے ظالم (یعنی ہماری امت کے ظالم) کی مغفرت ہوجائے گی۔'' (نیز الجامع الصغیر للسیوطی جلد دوم، ص ۲۹)

یہ حدیث اس بارے میں نص ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی امت میں جو ظالم لوگ ہیں ان کی بھی مغفرت ہو جائے گی۔ یہاں ظالم کے لیے **مغفورٌ لہ** فرمایا ہے۔ اور بخاری کی زیر بحث حدیث میں تمام اہل لشکر کے لیے **مغفورٌ لھم** فرمایا گیا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ظالمین کے لیے بھی رحمت للعالمین ﷺ نے **مغفور لھم** کی بشارت دی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ امت میں سے جن کو **مغفور لھم** کی بشارت دی گئی ہے وہ ضرور صالح اور عادل ہی ہیں۔ کیونکہ رسول پاک ﷺ نے ظالمین کو بھی مغفرت اور جنت کی بشارت دی ہے۔ اور بعض امتی اس بشارت کا مصداق ہو کر بھی فاسق ہوسکتے ہیں۔ اب جب تک فاضل سندیلوی اپنے علم وفضل کا سارا زور لگا کر یہ نہ ثابت کریں کہ **مغفور لھم** کی بشارت کا مستحق صرف صالح اور عادل امتی ہے نہ کہ فاسق وظالم۔ اس وقت تک زیر بحث حدیث بخاری سے وہ یزید کا صالح اور عادل ہونا ثابت نہیں کر سکتے۔

**ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین؟**

# بشارت مغفرت اور بشارت رضائے الٰہی کا فرق

یہاں اس شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ جس طرح حدیث مغفرت کا مصداق قرار دینے کے باوجود یزید کو فاسق و ظالم کہا جاسکتا ہے اسی طرح اصحاب رسول ﷺ کو بھی باوجود رضی اللہ عنہم ورضوانہ کی قرآنی بشارت کے فاسق و ظالم کہا جا سکتا ہے یعنی اس وقت (مثلاً بیعت رضوان کے موقع پر) اللہ ان سے راضی ہوگیا تھا لیکن بعد میں جب انہوں نے مخالف شریعت افعال کا ارتکاب کیا، (العیاذ باللہ) تو پھر اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہوگیا؟ کیونکہ مغفرت کی بشارت اور رضا کی بشارت میں فرق ہے۔ مغفرت کی بشارت سے دوام لازم نہیں آتا۔ جیسا کہ مغفرت کی مذکورہ بالا احادیث سے معلوم ہوسکتا ہے۔ البتہ اس کے ساتھ کوئی قرینہ دوام کا ہوتو جدا بات ہے۔ جیسا کہ اصحاب بدر کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت دی گئی ہے کہ: **اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم** (بخاری) ''تم جو چاہو کرو تحقیق میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔'' اس میں مغفرت دائمی کے لیے **اعملوا ما شئتم** قرینہ ہے اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اصحاب بدر گناہ بھی کرتے رہیں تو سیدھے جنت میں جائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے ان سے کوئی ایسا فعل سرزد ہی نہیں ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہے۔ چنانچہ اہل جنت کو بھی اسی طرح کی بشارت دی گئی ہے کہ: ﴿وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِيْ أَنْفُسُكُمْ﴾ (سورۂ صٓفت : ۳۱) ''اور تمہارے لیے جنت میں وہ کچھ ہوگا جو تمہارے نفس چاہیں گے۔'' لیکن جنت میں کوئی آدمی گناہ کی خواہش کر ہی نہیں سکے گا اور برعکس مغفرت کے اللہ تعالیٰ جب اپنی رضا کی بشارت دیتا ہے تو اس سے دوام ہی مقصود ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص سے راضی ہونے کا اعلان نہیں کرتا جو بعد میں اس کو ناراض کرنے والا ہو۔ لہٰذا صحابہ کرامؓ کو بیعت رضوان کے سلسلہ میں یا دوسرے مواقع پر جو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی قرآنی سند دی گئی ہے تو یہ اسی بنا پر ہے کہ وہ اس کے بعد کوئی ایسا فعل نہیں کریں گے جو اس کی ناراضگی اور غضب کا سبب بن سکے۔ چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تفسیر معارف القرآن (کراچی) فرماتے ہیں۔ حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الصارم المسلول علی شاتم الرسول ﷺ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اسی بندہ سے راضی ہوسکتا ہے جس کے بارے میں اس کو معلوم ہے کہ وہ آخری عمر تک موجبات رضاء کو پورا کرے گا۔ اور جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہو جائے تو پھر کبھی اس سے ناراض نہیں ہوتا۔ (مقام صحابہؓ ص ۵۲-۵۳)

قرآنِ مجید میں ہے:

﴿وَ السّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ (سورة التوبه : ۱۰۰)

''اور جو مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں سب سے) سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا۔ اور وہ سب اس سے (یعنی اللہ سے) راضی ہوئے۔ اور اس نے ان کے لیے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ (اور) یہ بڑی کامیابی ہے۔'' (ترجمہ حضرت تھانوی)

اس میں مہاجرین و انصار اور اُن کے تبعین سے اللہ تعالیٰ نے اپنے راضی ہونے کا اعلان کر کے یہ فرمایا ہے کہ ان کے لیے جنتیں تیار ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کی رضا ہمیشہ کے لیے ہے ورنہ یہ نہ فرماتے کہ مہاجرین اور انصار کے لیے بہشتیں تیار ہیں کہ وہ ان میں داخل ہوں گے۔ اگر یہ احتمال ہوتا کہ وہ کوئی کام بعد میں رضائے الٰہی کے خلاف کریں گے۔ تو یہ نہ فرماتے کہ ان کے لیے جنتیں تیار ہیں۔ لہٰذا آیت ہذا سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا اعلان ہمیشہ کے لیے ہے۔

اور امام ابن عبدالبر متوفی ۴۶۳ھ نے بھی لکھا ہے: من رضی الله عنه لم یسخط علیه ابدًا ان شآء الله تعالٰی۔ جس سے اللہ راضی ہو جائے اس سے کبھی بھی ناراض نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

## وفیات

شیخ برکیو (سندھ) میں حضرت شیخ مدظلہم کے معتمد ساتھی مولانا علی محمد بھٹی صاحب ② جامعہ مظہریہ حسینیہ جہان سومرو کے طالب علم عاشق علی اور معشوق علی صاحب کی ہمشیرہ محترمہ اور جامعہ ہذا کے شعبہ کتب کے استاد محمد سومرو صاحب کی دادی صاحبہ ③ ٹمیاری (سندھ) میں خدا بخش سومرو صاحب کی والدہ ماجدہ ④ موہڑہ شریف (چکوال) میں مولانا حنظلہ صاحب کے والد ماجد ⑤ گوجرانوالہ میں ابومعاویہ حضرت مولانا نور حسین عارف صاحب کی والدہ محترمہ ⑥ سرگودھا میں قاری ممتاز حسین صاحب (خطیب جامع مسجد خاتم النبیین جہلم) کی والدہ ماجدہ قضائے الٰہی سے وفات پا گئی ہیں۔

قارئین سے مرحومین کی مغفرت اور پسماندگان کے لیے صبر جمیل کی درخواست ہے۔ ادارہ